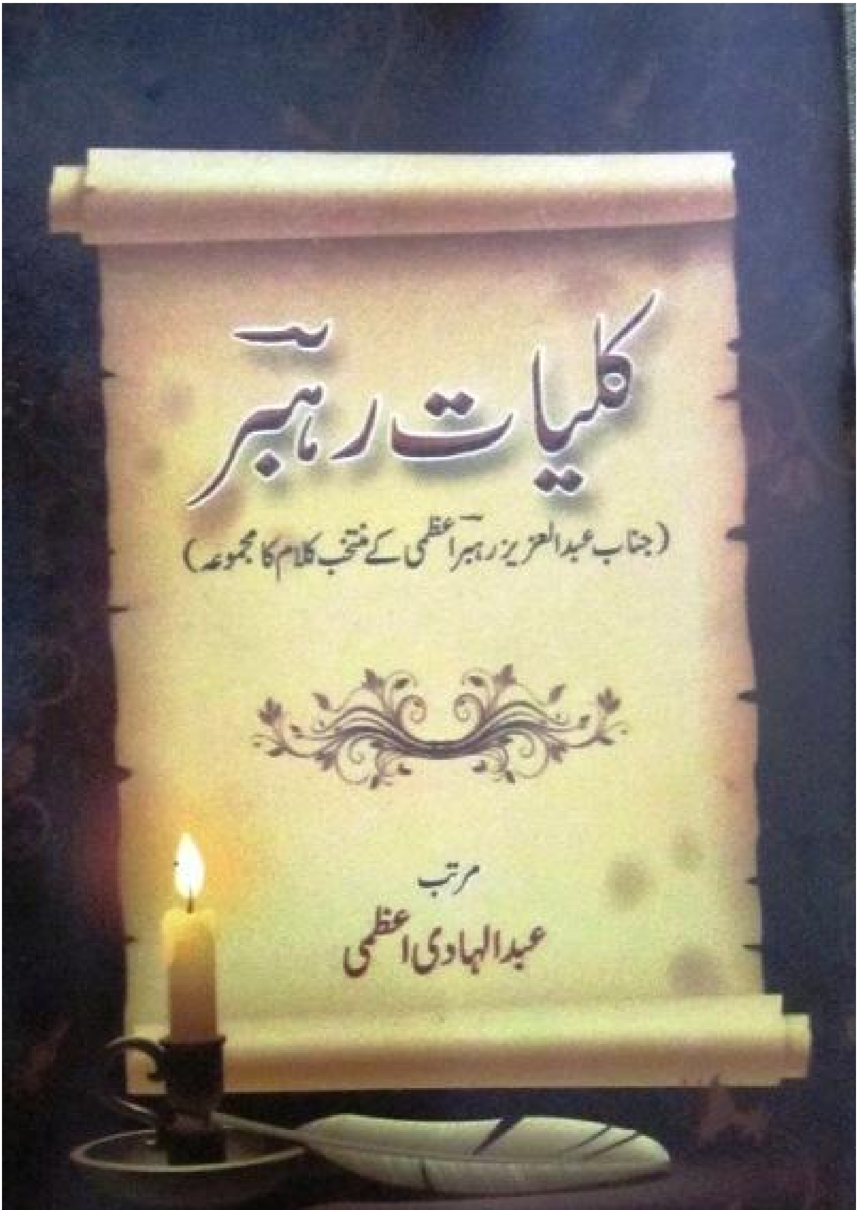
کلیاتِ رہبر
(جناب عبدالعزیز رہبر اعظمی کے منتخب کلام کا مجموعہ)
مرتب
عبدالہادی اعظمی

کلیاتِ رہبر

(جناب عبدالعزیز رہبرؔ اعظمی کے منتخب کلام کا مجموعہ)

مرتب

عبدالہادی اعظمی ندوی

بسم الله الرحمن الرحيم

نام کتاب	:	کلیاتِ رہبر
نام شاعر	:	عبدالعزیز رہبر اعظمی
نام مرتب	:	عبدالہادی اعظمی ندوی
صفحات	:	۹۸
طبع اول	:	۲۰۰۸ء
طبع دوم	:	۲۰۱۲ء
ناشر	:	اسلامک بک ہاؤس، ابراہیم پور، اعظم گڑھ، یوپی۔
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	شہباز اعظمی، اعظم گڑھ
قیمت	:	۴۰ روپے

Kulliyaat-e-Rahbar

(A Collection of Selected Poetries of Abdul Aziz Rahbar Azami)

by Abdul Hadi Azami Nadwi

This book does not carry a copyright

Published by

Islamic Book House

Ibrahimpur, Distt. Azamgarh, (U.P.) PIN 276 403 INDIA

email:alazami2010@gmail.com

پیش لفظ

اتر پردیش کے اضلاع میں ضلع اعظم گڑھ جو ''دیارِ پورب'' کا اہم خطہ ہے، اپنی زرخیزی اور شادابی میں ایک اہم مقام رکھتا ہے، اس خطۂ ارض سے جہاں بے شمار علماء پیدا ہوئے، وہیں دوسری طرف بزمِ شعروسخن کے وہ باکمال بھی پیدا ہوئے جن کی تابانیوں سے بزمِ شعروادب آج بھی روشن ہے۔

اعظم گڑھ کے انہی اربابِ شعروسخن میں سے عبدالعزیز رہبؔر ابراہیم پوری اعظمی بھی ہیں، جن کو اگرچہ زمانے نے شہرتِ عام سے نہ نوازا، لیکن ان کا کلام کسی باکمال شاعر سے کم نہیں۔

آپ کا نام عبدالعزیز اور تخلص رہبؔر ہے، ولادت تقریباً ۱۹۱۵ء میں قصبہ مبارکپور سے پانچ کلومیٹر مشرق میں واقع موضع ابراہیم پور میں ہوئی، اس بستی کو حضرت سیّد ابراہیم چشتی مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بسایا تھا، جن کا مزار بستی کے کنارے ایک ٹیلے پر اب بھی موجود ہے۔

نسب نامہ جو ان کی بیاض میں درج ہے، اس طرح ہے: عبدالعزیز بن حاجی حافظ عبدالمجید بن ولی محمد بن خدابخش بن جھینگر بابا، آگے کا کچھ علم نہیں۔

ابراہیم پور کے لوگ پہلوانی اور شہ زوری میں شغل رکھتے تھے، پڑھنے پڑھانے کا رواج نہیں تھا، اگر کسی کو پڑھنے کی خواہش ہوتی تو دوسری جگہ کا رُخ کرتا، اسی ماحول میں رہبؔر صاحب نے آنکھیں کھولیں، ۱۹۲۰ء میں ابراہیم پور میں مدرسہ فیض العلوم کی بنیاد رکھی گئی، جس میں رہبؔر صاحب نے اردو اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ عربی درجہ میں داخل ہوکر نحومیر اور صرف میر پڑھنی شروع کی تھی، لیکن تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے، اور گھر کے کاروبار میں مشغول ہوگئے۔

شعروسخن سے خداداد نسبت تھی، مکتب ہی میں ہلکے پھلکے اشعار کہنے لگے تھے، اردو کی درسی کتاب میں ایک نظم تھی۔

یہ ہے دوستو زندگی کی مثال
گلستاں میں جو فصلِ گل کا ہے حال

اسی بحر میں انہوں نے یہ شعر موزوں کیے۔

سنو ایک ہوتی ہے ذات مغل　　جو کھاتے ہیں روزینہ جنگل کا پھل
وہ لڑنے لڑائی کو اٹھتے ہیں سب　　وہ لڑتے ہیں اور فتح کرتے ہیں سب

اسی کو ان کی شاعری کی بنیاد سمجھنا چاہیے، جب تعلیم ترک کر کے خاندانی کاروبار میں مصروف ہوگئے تو شعراء کے دیوانوں سے دلچسپی رہی اور اُن کے کلام پر غور وخوض کرتے رہے، اور دوسری طرف مشاعروں میں سامع کی حیثیت سے شرکت بھی جاری رہی، ۱۹۵۰ء سے شعر موزوں کرنے کا شوق پیدا ہوا، پھر اس میں کچھ وقفہ رہا، ۱۹۵۵ء کے سیلاب میں جب مدرسہ فیض العلوم کی عمارت زمیں بوس ہوگئی تو اس کی تعمیر نو کے سلسلے میں چندہ کرنے کے لیے ایک نظم لکھی، جس کا مطلع تھا۔

مست ہے ہر بادہ خوارِ مدرسہ فیض العلوم
آگئی شاید بہارِ مدرسہ فیض العلوم

اس کے بعد مدرسہ اور مسجد کے لیے نظمیں لکھتے رہے اور قرب وجوار کے مشاعروں اور شعری نشستوں میں شرکت کر کے اپنا کلام پیش کرتے رہے، ۱۹۶۰ء سے پہلے کسی مشاعرے میں آپ کی جو پہلی غزل پیش ہوئی، اس کا مطلع تھا۔

بیتابیٔ فراق کا عالم نہ پوچھیے
کیسے گزار دی ہے شبِ غم نہ پوچھیے

استاد کی تلاش تھی، ابر احسنی گنوری (متوفی ۱۹۷۳ء) کا علم ہوا تو ان کے پاس ۱۹۶۸ء میں دو مرتبہ غزلیں اصلاح کے لیے بھیجی تھیں، لیکن ان کی اصلاح پسند نہیں آئی، کسی دوسرے شاعر سے بھی اصلاح نہیں لے سکے، اس طرح کسی استاد سے ان کی نسبتِ تلمذ نہ ہوسکی اور اصلاح لینے کی کوشش چھوڑ دی اور اپنی خداداد صلاحیت پر اعتماد واطمینان کر کے بطور خود مشقِ سخن کرتے رہے، ایک فارسی رباعی میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

وصف خوئے آرسی در طبع من پیدا نہ شد
طاقت پرواز دارد گرچہ بازوئے تلمذ
ہست رہبر فطرت من واقف رازِ خودی
تہ نہ کردم ایں سبب زنہار زانوئے تلمذ

مشکلاتِ حیات سے دوچار رہتے ہوئے شعر کہتے رہے، اور اکثر اصنافِ سخن حمد، نعت، غزل، قطعہ، مثلث، رباعی، مخمس اور مسدس پر مشقِ سخن کی، فارسی میں بھی بعض شعر کہے جس کا ایک نمونہ ابھی ابھی آپ کی نظر سے گزرا، ۱۹۸۵ء میں آنکھ کی بینائی جانے کے بعد صرف نعت ہی لکھتے رہے اور غزل کہنا بالکل ترک کر دیا تھا، ۲۵ / مارچ ۱۹۸۷ء کو مختصر علالت کے بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور ابراہیم پور کے اپنے آبائی قبرستان میں سپردِ خاک ہوئے۔

اپنے پیچھے بھراپرا خاندان چھوڑا، آپ کو نو اولادیں ہوئیں، دو اولاد ذکور طفیل احمد اور رشید احمد، اول الذکر کا انتقال صغرِ سنی ہی میں ہوگیا تھا، آخر الذکر باحیات ہیں اور صاحبِ اولاد واحفاد۔

سات اولاد اناث ہوئیں، تشریف النساء، خیر النساء، محمودہ خاتون، ہاجرہ خاتون، انوری بیگم، ریحانہ خاتون اور بشریٰ خاتون۔ انوری بیگم راقم الحروف کی والدہ ہیں۔

رہبر صاحب صوم وصلوٰۃ اور تلاوتِ قرآن کے پابند تھے، خوددار اور شرافت وایمانداری کا پیکر، کسی سے کدورت نہیں رکھتے تھے، البتہ شرک و بدعات سے سخت نفرت تھی، اسلاف خصوصاً ائمہ پر تنقید گوارا نہیں کرتے تھے، ان باتوں کا اظہار جابجا اپنے اشعار میں کیا ہے۔

رہؔبر صاحب کا کلام ان کی دستیاب بیاضوں سے منتخب کرکے ''کلیاتِ رہبؔر'' کے نام سے اربابِ سخن کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے، اس طرح ان کا کلام چمن درچمن پہنچ کران کی پیشین گوئی کی تکمیل کا پیش خیمہ ثابت ہوگا، جیسا کہ ایک شعر میں کہتے ہیں ؎

ہر انجمن کرے گی میرا ذکر بعد مرگ
پاؤگے نغمہ ریز چمن در چمن مجھے

صاحبِ کلام کس حد تک کامیاب ہیں اس کا فیصلہ اربابِ شعر وسخن پر چھوڑا جارہا ہے، ہاتھ کنگن کو آرسی کیا، ویسے رہؔبر صاحب اس بات کے قائل تھے کہ ''ایک ہی کامیاب غزل جسے دوام حاصل ہو بہتر ہے اس ضخیم دیوان سے جو ردّی کی ٹوکری میں جگہ پائے''، یقین ہے کہ بزمِ شعر وسخن میں اس کلیات کو ضرور پزیرائی حاصل ہوگی۔

اخیر میں اپنے ماموں زاد بھائی اور رہبر صاحب کے پوتے ابوذر کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اپنے دادا کی دو بیاضیں میرے حوالہ کیں، نیز رہؔبر صاحب کے دو خصوصی شاگردوں غلام رسول شوقؔ اور ارشاد احمد ارشدؔ کا رہین منت ہوں جنھوں نے منتخب کلام پر نظر ڈالی، اور اپنے والدِ محترم مولانا حفظ الرحمٰن ندوی مدنی (استاد جامعۃ الہدایۃ، جے پور) کا انتہائی مشکور وممنون ہوں جن کی رہنمائی وحوصلہ افزائی شروع سے اخیر تک شاملِ حال رہی۔ فجزاھم اللہ خیراً.

عبدالہادی اعظمی ندوی
ابراہیم پور، ضلع اعظم گڑھ

انتساب

میں اپنی تمام ادبی کاوشوں کو
مولانا محمد یٰسین (قاسمی) مرحوم [۱] کی نذر کرتا ہوں
جنہوں نے مجھے آگے بڑھانے میں بیشتر حصّہ لیا۔

رہبرؔ

(رہبرؔ صاحب کی بیاض سے)

(۱) میرے دادا (مرتب)۔

دُعاء

الحمد کے معنی کی تشریح عیاں کردے
تو ہم کو عطا یارب ! وہ زورِ بیاں کردے

قدرت وہ عطا کردے اظہارِ حقیقت پر
جو حق و صداقت کو برجستہ بیاں کردے

تعلیم و تعلّم کو دے رنگِ ہمہ دانی
ہر فرقۂ باطل کی جو بند زباں کردے

مرنا ہمیں آساں ہو مذہب کے تقدس پر
اس جذبۂ ایماں کو سینے میں نہاں کردے

دب دب کے نہ رہ جائیں جذبات محبت کے
ماں باپ کی خدمت کا احساس عیاں کردے

اس شمعِ ہدایت کے ہم طالب و خواہاں ہیں
جو محفلِ عالم سے کافور دھواں کردے

ہم گلشنِ ملت کے پودوں کی تمنّا ہے
اسبابِ تباہی کو بے نام و نشاں کردے

ہر گوشۂ عالم ہو آئینۂ حق رہبرؔ
اللہ اگر ہم کو تفویض جہاں کردے

▼ ▼ ▼

نعتیں

○

بہت آج مسرور ہے ذرّہ ذرّہ
مئے عشق سے چور ہے ذرّہ ذرّہ

زمیں لائقِ عز و جاہ و شرف ہے
که ہر ذرّۂ خاک مشعل بکف ہے
صفائی پہ ہے ناز جوئے رواں کو
دکھانے لگی آئینہ آسماں کو
کچھ ایسی گھٹا، بیخود و مست چھائی
کہ مشکوک ہے دامنِ پارسائی
یہ کہنے پہ مجبور ، مجبورِ عالم
بدلنے لگا رنگِ دستورِ عالم
چمن پر ہے کیفیت وجد طاری
ہوئی مائل رقص بادِ بہاری
تبسم پہ مائل ہوئے غنچہ و گل
چہکنے لگے صحنِ گلشن میں بلبل
معطر کیا یوں گلوں نے چمن کو
کہ ہونے لگا رشک مشکِ ختن کو
بکھیرے ہیں سبزوں پہ شبنم نے موتی
کہ آراستہ ہے دکاں جوہری کی
ہراک شاخِ گل مست ہے جھومتی ہے
صبا بند کلیوں کے منہ چومتی ہے
مہِ سیزدہ کا ہے احسان سارا
چمن بن گیا سیمیائی نظارا
گل و لالہ شبنم سے منہ دھو رہے ہیں
کہیں مست غنچے پڑے سو رہے ہیں
معاً ایک جھونکا نسیمِ سحر کا
لگا پاؤں سہلانے ہر بے خبر کا
کھلی آنکھ جب ساکنانِ چمن کی
گل و لالہ و نرگس و نسترن کی
کسی مست غنچے نے کھولی زباں کو
کیا یاد ہرکارۂ بوستاں کو
صبا کو دیا حکم ہر سمت جائے
نویدِ مسرت جہاں کو سنائے
مبارک گھڑی ہے سعادت کا دن ہے
رسولِ خدا کی ولادت کا دن ہے

خوشی کا صبا لے کے پیغام پہنچی　　سناتی ہوئی مژدۂ عام پہنچی
کہ ہے آمدِ تاجدارِ مدینہ　　شہنشاہِ عالی وقارِ مدینہ
بشارت ہمیں جس کی عیسیٰ نے دی ہے　　وہی آج تاریخ میلاد کی ہے
خبر سنتے ہی آمد مصطفیٰ کی
صدا آئی گھر گھر سے صلِّ علیٰ کی

○

سَرورِ دو جہاں آج پیدا ہوئے　　فخرِ کون و مکاں آج پیدا ہوئے
دینِ حق کی اشاعت کی لے کے لگن
نورِ وحدت برسنے لگا آسماں　　چھٹ گئیں کفر و باطل کی تاریکیاں
آفتابِ رسالت کی پھوٹی کرن
لات، عزّیٰ، ہُبل توڑ ڈالے گئے　　کعبۂ محترم سے نکالے گئے
مٹ گئی بت پرستی کی رسمِ کہن
تابکے جبر آخر سلاطین کے　　دن پھرے بے کسوں کے، مساکین کے
موت کے منہ میں تھے بچہ و مرد و زن
باغِ عالم کو حاصل ہوئی زندگی　　لب کشائی پہ آمادہ ہے ہر کلی
مسکرانے لگے گل چمن در چمن
وصف اپنا کے غنچوں سے سرکار کا　　نرم و نازم لب ولہجہ گفتار کا
خود کو موسوم کرتے ہیں شیریں سخن

ان کے قدموں تلے آگئی قیصری　　　جن کو حاصل ہوئی آپ کی سروری
ہیں وہ گنجینۂ حکمت و علم و فن
تھی شجاعت بڑی آپ کی ذات میں　　　بیشتر نام آتا ہے غزوات میں
خود بھی لڑتے رہے، سر سے باندھے کفن
کیا ہی جانباز تھا حلقۂ مصطفیٰ　　　جس کی ہستی پہ اسلام کو ناز تھا
کیسے کیسے تھے مرد جری صف شکن
رہروِ راہِ سنت ہے، ایسا بھی ہے　　　نعت گوئی سے حق نے نوازا بھی ہے
چاہیے اور کیا رہبؔر خستہ تن

○

حدیثِ مصطفیٰ ہے، محترم کعبہ ہے، قرآں ہے
مری دنیائے دل ان تین شمعوں سے فروزاں ہے
خدا کا خوف، امید شفاعت، ٹھوس ایماں ہے
ان اشیائے ثلاثہ میں مری راحت کا ساماں ہے
بہر وادی و صحرا جنتِ رضواں نمایاں ہے
عرب کی سرزمیں گلدستہ ہے، باغ و بہاراں ہے
شعورِ زیست کا پیکر ہے، انساں ہے، مسلماں ہے
رسول اللہ کا امت پہ احسانِ فراواں ہے
یہاں پر نسل و رنگ و قوم ہے اک لفظِ بے معنی
یہ دربارِ محمدؐ ہے یہاں ہر فرد یکساں ہے

نہیں جلتی خدایا آگ دو دو ماہ تک گھر میں
مگر زیرِ نگیں شام و عراق و مصر و ایراں ہے
قلم کا رحمت للعٰلمیں تجویز فرمانا
نہایت ہی پسندیدہ سرِ قرطاسِ عنواں ہے
نبی کی سیرتِ اقدس سے ہے دنیا کو محرومی
حقیقت میں یہی آرائشِ عالم کا ساماں ہے
کریں گے پیش قدمی اشکِ گلگوں راہِ بطحا میں
نگاہِ منتظر دیرینہ وقفِ یاس و حرماں ہے
بفیضِ مصطفیٰ دیکھا مری چشمِ بصیرت نے
خدا کے نور سے معمورۂ عالم چراغاں ہے
مسلسل جی کو ہوتا ہے زیارت کا شرف حاصل
وہی ہے تشنگی دیدار کی حسرت ہے، ارماں ہے
ازل سے ہے زمانہ معترف صدیقِ اکبر کا
سپہرِ عالمِ انسانیت کا ماہِ تاباں ہے
جمائی دھاک ایسی عدل کی فاروقِ اعظم نے
قلم جنبش میں رعب و دبدبہ سے ہاتھ لرزاں ہے
مثالی شکل ہے اک عفتِ دامانِ مریم کی
ملقب شخصیت وہ، جامع آیاتِ قرآں ہے
شہنشاہِ شجاعت، شیر یزداں، فاتحِ خیبر
علی کا نامِ نامی سو طریقوں سے نمایاں ہے

فرشتے پر بچھاتے ہیں رہِ بطحا میں، اے رہبر
سفر مشکل سے مشکل ہو مرے نزدیک آساں ہے

○

حصولِ دعائے براہیم آئے
احد میں اضافہ شدہ میم آئے

رہے گی نہ مخلوق آزردہ خاطر — پئے خدمتِ ہفت اقلیم آئے
وہ آئے جہاں میں شہنشاہ بن کر — مگر بے نیازِ زر و سیم آئے
نبی کوئی بعد ان کے پیدا نہ ہوگا — نبوت کی ہے جن پہ تتمیم آئے
شہنشاہِ معجز نما آج کی شب — کیے چاند کو جس نے دو نیم آئے
لب و لہجہ گفتار کا نرم و شیریں — غرض روکش موج تسنیم آئے
نظر ان کی ہے سدرۃ المنتہیٰ پر — جو سرکار کے زیر تعلیم آئے

فروزاں کیے مشعلِ طور رہبر
شبِ تیرہ خضرِ رہ بیم آئے

○

ہمدمو! آؤ کریں احمد مختار کی بات
مخزنِ رحمت و گنجینۂ انوار کی بات

کیجیے آپ کے شہر و در و دیوار کی بات — رشکِ باغِ ارم و غیرتِ گلزار کی بات
ہے دمِ نزع بھی نظارہ و دیدار کی بات — اے مسیحائے جہاں آپ کے بیمار کی بات

میں ہوں دلدادہ مدینے کے طرب زاروں کا — بلبلو! تم کو مبارک گل و گلزار کی بات
شوقِ اظہار نہیں سنت و قرآں کے سوا — مرے سرکار کی محفل مرے سرکار کی بات
لائے کیا سرورِ کونین جہاں میں تشریف — آ گئی حلقۂ ظلمات میں ادبار کی بات

راہِ منزل میں بھٹکتا ہی رہا وہ رہبرؔ
نہ سنی جس نے مرے قافلہ سالار کی بات

○

تمنّا ہے اے تاجدارِ مدینہ
مرا ہر نفس ہو شمارِ مدینہ

لپٹتا ہر اک بام و دیوار و در سے — میں اے کاش ہوتا غبارِ مدینہ
بہارِ چمن کم نہیں دلکشی میں — مگر اور کچھ ہے بہارِ مدینہ
قدم ہے مرا جادۂ کہکشاں پر — تصور میں ہے رہگزارِ مدینہ
اسے تنگِ پہلو سے تعبیر کیجیے — جو دل ہی نہ ہو بیقرارِ مدینہ
بکھیرے ہیں قدرت نے انمول موتی — خوشا جلوۂ ریگزارِ مدینہ
نشیلی ہوا، روح پرور فضائیں — بہشتِ بریں ہے دیارِ مدینہ
کہا میں نے لبیّک پیکِ اجل کو — بہت جان تھی بیقرارِ مدینہ

حسیں آرزوؤں کی جھرمٹ میں رہبرؔ
کیے جاؤ طے رہگزارِ مدینہ

-------❖-------

○

یہ مری حیات کا فیصلہ، یہ ہے میرا حاصلِ جستجو
بخدا ہے ذاتِ پیمبری رُخِ حق کا آئینہ ہو بہو

مجھے پا کے شیفتۂ نبی بڑی قدر اہلِ چمن نے کی
گل و یاسمیں نے بصد خوشی کیے پیش ہدیۂ رنگ و بو

جو نگاہِ لطف ہو برملا مجھے پھر بھی چاہیے اور کیا
ترا جلوہ اے شہِ انبیاء مرا مدعا، میری آرزو

وہ نفاستِ سخن و بیاں لبِ غنچہ سے تو ہے کچھ عیاں
ابھی عندلیب چمن کہاں تجھے وہ سلیقۂ گفتگو

یہ کمال پیکرِ نور کا کہ سر آج خم ہے غرور کا
کبھی تھا اگرچہ حضور کا تہ تیغ ظلم و ستم گلو

رہے گوشہ گیر دل و جگر، ہو نگاہ روضۂ پاک پر
پسِ مرگ بھی مرا مستقر رہے سامنے، رہے روبرو

سفرِ مدینہ طیبہ ہے ادب کی راہ کا سلسلہ
ترا حق ہے رہبر شیفتہ رہے عطریات سے باوضو

-------❖-------

○

کسبِ ضیا کیے ہیں شہِ بحر و بر سے ہم
منسوب زیرِ چرخِ بریں ہیں قمر سے ہم

اے ارضِ پاک تیری محبت ہے نقشِ دل
ہر دم گزر رہے ہیں تری رہگزر سے ہم

لوحِ جبیں کی وصف بیانی کا شکریہ
کرتے ہیں استفادہ بیاضِ سحر سے ہم

وہ گرد کیمیائے سعادت ہے واقعی
حاصل کریں جو آپ کے دیوار و در سے ہم

ہو شوقِ عرضِ حال بھی شوقِ سفر کے ساتھ
دونوں کو ساتھ ساتھ لیے جائیں گھر سے ہم

تڑپا رہی ہے اب بھی مدینے کی آرزو
حالانکہ دیکھ آئے ہیں اپنی نظر سے ہم

آئی شعاعِ مہر قلم سیکڑوں لیے
تا جی میں نعت پاک لکھیں آبِ زر سے ہم

رہبر صبا کے دوش پہ پڑنے لگی نظر
مجبور ہیں شکستگیِ بال و پر سے ہم

○

یوں نقشِ دل ہے شمعِ رسالت کی روشنی
خلوت میں آشکار ہے جلوت کی روشنی

پہچانتے ہیں شمعِ رسالت کی روشنی
بخشی گئی ہے جن کو فراست کی روشنی

پڑتی رہی نگاہِ محبت کی روشنی
تھی عرصۂ حیات میں شدت کی روشنی

یادِ رسولؐ ہی میں بسر ہو تو ٹھیک ہے
صد گونہ اضطراب ہے دولت کی روشنی

بے جرم و بے خطا ہو کوئی یا گناہگار
پڑتی ہے ہر کسی پہ شفاعت کی روشنی

وابستگی ہے دل کو دیارِ حبیب سے
رہتی ہے گرد و پیش زیارت کی روشنی

اے منکرِ حدیث تجھے سوجھتا نہیں !
نزدیک لا کے دیکھ روایت کی روشنی

تاریکیوں سے گونج اُٹھا شور الحفیظ
مطلوب ہے دعا کو اجابت کی روشنی

وصفِ نبیؐ کو وسعتِ کونین بھی ہے تنگ
مضمون چاہتا ہے وضاحت کی روشنی

رہبر اُٹھا رہے ہیں قدم پھونک پھونک کر
سینے میں بھر گئی ہے شریعت کی روشنی

مستقل طور پہ ہیں تابعِ فرمانِ رسول
ربِ کعبہ کی قسم ہم ہیں غلامانِ رسول

متصف چار سے ہیں شیفتۂ آنِ رسول
جامعیت سے نوازے گئے یارانِ رسول

جلوۂ حق کی نمو چہرۂ تابانِ رسول
سیرتِ پاک ہے آئینۂ قرآنِ رسول

مثلِ خورشیدِ درخشاں کے ہے فیضانِ رسول
ذرّہ ذرّہ میں ہے عکسِ رخِ تابانِ رسول

مائلِ سجدہ ہوئی کلکِ ثناخوانِ رسول
ضبطِ تحریر میں لائے ہوئے عنوانِ رسول

جادہ پیمائے فلک ہمرۂ جبریل امیں
کوئی کیا لائے تحریر میں حدِ شانِ رسول

ہر گنہگار کے ہاتھوں میں نمایاں ہوگا
اللہ اللہ رے یہ وسعتِ دامانِ رسول

مل گئی جائے رہائش نگہِ عالم میں
باعثِ فخر و مباہات ہے عرفانِ رسول

قیصریت شئے معتوب ہے ان کے نزدیک
خاکِ پاپوش سمجھتے ہیں غلامانِ رسول

روشنی جادۂ منزل کی مبارک رہبر
حق کے انعامِ خصوصی میں ہے قرآنِ رسول

○

دل اس قدر تو تصور شعار ہوجائے
خوش آمدید کہے بے قرار ہوجائے

صبا کے رُخ مرا مستِ غبار ہوجائے
زیارت شہِ عالی وقار ہوجائے

وہ عطر بیز مدینے کی مست مست ہوا
کہ جس پہ صدقہ عروسِ بہار ہوجائے

گرے جو آنکھ سے حبِّ رسول میں آنسو
وہ موتیوں سے سوا آبدار ہوجائے

زہے نصیب کہ مداحِ مصطفیٰ ہوں میں
معاشیات کی تنگی ہزار ہوجائے
یہ خدوخال سے واقف نہیں جہاں ورنہ
نثار آپ پہ پروانہ وار ہوجائے
اگر جبیں پہ شکن آشکار ہوجائے
چمن چمن نہ رہے خارزار ہوجائے
رسولِ پاکؐ کی پاکیزہ تر قلمرو میں
بقیہ عمرِ رواں کا شمار ہوجائے
خیال دل میں یہ ہرگز بھی لا نہیں سکتا
گدائے کوئے نبیؐ شہریار ہوجائے

رہے گلہ ہی نہ رہبرؔ یہ بُعدِ منزل کا
صبا پہ کاش مرا اختیار ہوجائے

○

جاگزیں قلب میں قرآں ہے رسولِ عربی
ہم پہ یہ آپ کا احساں ہے رسولِ عربی

نت نئے فتنے کا ساماں ہے رسولِ عربی
چرخ انگشت بدنداں ہے رسولِ عربی
تر بتر خوں سے مسلماں ہے رسولِ عربی
غیرت لعل بدخشاں ہے رسولِ عربی
یورشِ برقِ تپاں کا ہے تسلسل جاری
زندگی شعلہ بداماں ہے رسولِ عربی
بربریت کا یہ عالم ہے کہ میدانوں میں
جابجا شہرِ خموشاں ہے رسولِ عربی
صرف جاں ہی نہیں تلوار کی بوچھاروں میں
کفر بھی درپئے ایماں ہے رسولِ عربی
چند ساعت کے سکوں سے بھی ہے دل نامحرم
شدتِ غم سے پریشاں ہے رسولِ عربی
طعن اغیار کے یوں چبھتے ہیں دل میں گویا
تیر پیوستِ رگِ جاں ہے رسولِ عربی
کس طرح ہو درِ اقدس پہ رسائی حاصل
فکر خوش سر بگریباں ہے رسولِ عربی
فیض ہے شمعِ رسالت کی ضیاباری کا
بزمِ کونین چراغاں ہے رسولِ عربی

ہمہ تن آپ پہ قرباں ہے رسولِ عربی
صبح کا چاک گریباں ہے رسولِ عربی

شیفتۂ رحمت یزداں ہے رسولِ عربی
ہاتھ میں آپ کا داماں ہے رسولِ عربی

جس کی فہرست مرتب نہیں کی جاسکتی
اس قدر آپ کا احساں ہے رسولِ عربی

بادۂ حق کا یہ رہوارِ غزل خواں رہبر
آپ کا تابع فرماں ہے رسولِ عربی

○

قلم کی میم کو نامِ نبیؐ سے خاص نسبت ہے
اسی باعث مضامیں میں روانی ہے سلاست ہے

نمایاں آپ کی آئینۂ سیرت میں صورت ہے
سرِ محفل خموشی شرطِ آدابِ محبت ہے

نوازش ہے کرم ہے لطف ہے بخشش ہے شفقت ہے
حضورِ پاک کی مجھ پر عنایت ہی عنایت ہے

غمِ فرقت ہے چاہت ہے عقیدت ہے محبت ہے
بہر صورت مرے ہاتھوں میں دامانِ رسالت ہے

جنھیں ذکرِ شہِ لولاک میں حاصل فراست ہے
گلاب و عطر سے پہلے وضو کرنے کی عادت ہے

نزاکت ہے نفاست ہے ملاحت ہے لطافت ہے
عذارِ غنچہ و گل میں جمالِ روئے حضرتؐ ہے

اندھیری رات گو اعمالنامے کی صراحت ہے
گنہگاروں کو لیکن پھر بھی امیدِ شفاعت ہے
دمِ توصیف سجدے میں چلے جانے کی عادت ہے
جبھی تو کلکِ گوہربار مصروفِ عبادت ہے
کرن پڑتی رہی ہر چند خورشیدِ رسالت کی
کتابِ زیست کے اوراق کی زریں کتابت ہے
سلاطین جہاں اپنا ادب سے سر جھکاتے ہیں
مرے سرکار کے دربار کی وہ شان وشوکت ہے
قدم حد تعین سے بہک سکتے نہیں رہبرؔ
کہ نقشِ پائے اقدس مشعلِ راہِ ہدایت ہے

○

لیے اندوہ بسیارِ مدینہ رقص کرتا ہے
کوئی محروم دیدارِ مدینہ رقص کرتا ہے

نحیف وزار و بیمارِ مدینہ رقص کرتا ہے
پئے دیدارِ سرکارِ مدینہ رقص کرتا ہے
مقامِ جنگ و پیکارِ مدینہ رقص کرتا ہے
نظر میں ہر فداکارِ مدینہ رقص کرتا ہے
بہارِ گلستاں اے بلبلو! تم کو مبارک ہو!
مری آنکھوں میں گلزارِ مدینہ رقص کرتا ہے
نظر میں گھوم جاتی ہے یدِ قدرت کی صناعی
کمالِ فنِّ معمارِ مدینہ رقص کرتا ہے
تصورِ اشکِ غم کے ڈھیر میں لیتا ہے انگڑائی
تہِ دریا طلبگارِ مدینہ رقص کرتا ہے
نظر آتا ہے جیسے ہی سہانی شام کا منظر
نگاہوں میں شفق زارِ مدینہ رقص کرتا ہے

لگانا غیر ممکن ہے لبوں پر قفلِ خاموشی
زباں پر شوقِ گفتارِ مدینہ رقص کرتا ہے
ادب ملحوظِ خاطر ہے، جھکا کر اپنی پیشانی
بزیر آبِ کہسار مدینہ رقص کرتا ہے
گلی کوچوں کے تنکے چن لیا کرتا ہوں پلکوں سے
بہر شام و سحر کارِ مدینہ رقص کرتا ہے
خزانے پاس ہوتے ہیں زر و سیم و جواہر کے
جہاں آنکھوں میں بازارِ مدینہ رقص کرتا ہے
عجب رہبرؔ پہ ہے کیفیتِ وجدانیت طاری
خوشی کے تحت رہوارِ مدینہ رقص کرتا ہے

○

ملتے ہوئے ہونٹوں پہ ہے تکرارِ محمدؐ
حالانکہ لبِ گور ہے بیمارِ محمدؐ
'لا ترفعوا اصوات' پہ غنچوں کی نظر ہے
کرتے ہیں دبی شکل میں گفتارِ محمدؐ
رہتی ہے پسِ مرگ بھی وا چشمِ تمنا
کیا حوصلہ ہے شاملِ دیدارِ محمدؐ
تعریف کے الفاظ ہیں غیروں کی زباں پر
انکار کی صورت میں ہے اقرارِ محمدؐ
پہنائے فضا ہو تو کمی آ نہیں سکتی
اس شان کا دربار ہے دربارِ محمدؐ
سو جان سے قرباں ہے محبت میں نبی کی
دنیا جو تھی کل درپئے آزارِ محمدؐ
سدرہ کی بلندی بھی قدم چوم رہی ہے
اللہ رے یہ رفعت کردارِ محمدؐ
بلبل بھی ہے رہبرؔ سفرِ شوق میں شامل
وہ طالبِ گل، میں ہوں طلبگارِ محمدؐ

-------❖-------

ہوا سارا جہاں آہستہ آہستہ محمدؐ کا
رواں ہے کائناتِ دہر میں سکہ محمدؐ کا
بیاں کرنے سے قاصر ہے زباں رتبہ محمدؐ کا　　سرِ عرشِ بریں دیکھا گیا جلوہ محمدؐ کا
ہوا تقسیم جب روزِ ازل پرچہ محمدؐ کا　　شگوفے کو ملا عنوان میں روضہ محمدؐ کا
شئے معجز نما ہے اسوۂ حسنہ محمدؐ کا　　ثناخواں بن گیا دنیا کا ہر طبقہ محمدؐ کا
خزاں کے تند جھونکوں کی ہے پیہم شعلہ افشانی　　چمن ہے پھر بھی شاداب و تروتازہ محمدؐ کا
فلک پر دوڑنے پھرنے سے فرصت ہی کہاں ورنہ　　مہِ تاباں بھی پہروں دیکھتا جلوہ محمدؐ کا
مذاقِ جادہ پیمائی مجھے بخشا گیا رہبر
مری تقدیر نے اپنالیا رستہ محمدؐ کا

○

پیکرِ امن و اماں صد مرحبا، خوش آمدی
موجبِ تسکینِ جاں صد مرحبا خوش آمدی
اے بہارِ بے خزاں صد مرحبا خوش آمدی　　عطر آگیں داستاں صد مرحبا خوش آمدی
کاشفِ سرِّ نہاں صد مرحبا خوش آمدی　　شرحِ رازِ کن فکاں صد مرحبا خوش آمدی
گل کا اظہارِ بیاں صد مرحبا خوش آمدی　　شورِ بلبل سے عیاں صد مرحبا خوش آمدی
رونمائے وصف در آئینۂ شعر و سخن　　حاصلِ عمرِ رواں صد مرحبا خوش آمدی

چوں پیمبر از زمیں برعالم بالا رسید　　شور شد برآسماں صد مرحبا خوش آمدی
تا بکے مسند نشیں آخر بتانِ آزری　　اے حرم کے پاسباں صد مرحبا خوش آمدی
دائمی رونق دہندہ گلشنِ اسلام را　　اے بہارِ بے خزاں صد مرحبا خوش آمدی
اشیاقِ دید میں تھے دیدہ و دل فرشِ راہ　　اے معزز میہماں صد مرحبا خوش آمدی
انتشار وظلم کرتے ہیں فلک پیمائیاں　　باعثِ امن واماں صد مرحبا خوش آمدی
کہہ رہے تھے یہ شبِ اسریٰ زبانِ حال سے　　انجم و سیّارگان صد مرحبا خوش آمدی
مل گیا گم کردۂ منزل کو منزل کا سراغ　　راہِ منزل کے نشاں صد مرحبا خوش آمدی
ہوگیا روشن بیک، اے غیرتِ صد آفتاب　　ظلمت آبادِ جہاں صد مرحبا خوش آمدی
کھول دیں غنچوں نے آنکھیں، ہوگئے بیدار گل　　بلبلِ شیریں بیاں صد مرحبا خوش آمدی
جگمگا اُٹھی تری آمد سے بزمِ کائنات　　آفتابِ زرفشاں صد مرحبا خوش آمدی
تیری آمد سے مہک اُٹھا چمن زارِ جہاں　　نکہت عنبر فشاں صد مرحبا خوش آمدی
ہے دلِ بیمار کی حالت بڑی تشویشناک　　اے مسیحائے زماں صد مرحبا خوش آمدی
اے خوشا گہوارۂ آفاق کے چشم و چراغ　　مادرِ گیتی کی جاں صد مرحبا خوش آمدی
چرخِ علم و آگہی کے آفتابِ زرفشاں　　رونقِ بزمِ جہاں صد مرحبا خوش آمدی
بحرِ رحمت کی صدف کا بے بہا درِّ یتیم　　خلق کی جنسِ گراں صد مرحبا خوش آمدی
نرم لہجے میں کہا یہ غنچۂ نوخیز نے　　حسنِ اسلوبِ بیاں صد مرحبا خوش آمدی

رہبرِ خوش فکر بھی آسودۂ منزل نہیں
اے امیرِ کارواں صد مرحبا خوش آمدی

-------❖-------

○

ہر سانس لیے ہے غمِ بسیار مدینہ
مشکل ہے شفایاب ہو بیمارِ مدینہ

فردوسِ نظر عالم انوار مدینہ
اونچا ہے مہ و مہر سے معیارِ مدینہ

ملتی ہے جگہ حلقۂ اربابِ وفا میں
قرباں ترے اے جذبۂ ایثار مدینہ

ہر مطلعِ انوار سحر میری نظر میں
اے دوست ہے آئینۂ رخسار مدینہ

اے بزمِ تخیل میں ضیا چاہنے والو!
لازم ہے لب شوق پہ گفتارِ مدینہ

اوروں سے غرض ہی نہیں مداحِ نبی کو
ہے مرغ نواریز گرفتارِ مدینہ

عالم میں نظیر اس کی کہیں مل نہیں سکتی
ہے اپنی مثال آپ طرب زارِ مدینہ

خم کردہ جبیں پائے گئے قیصر و کسریٰ
اللہ رے یہ شوکتِ دربارِ مدینہ

دامن کو مرے گوہرِ مقصود سے بھر دے
اے گنجِ نہاں درِ شہوارِ مدینہ

میخانۂ توحید کے ساقی کی عطا ہے
سرمست ہے پی پی کے قدم خوارِ مدینہ

رہبؔر نہ مقرر نہ مفکر نہ مبصر
کہہ لیجیے اک بلبلِ گلزارِ مدینہ

○

تا چند اضطرار مدینہ چلو چلیں
آتا نہیں قرار مدینہ چلو چلیں

توصیفِ حق نگار مدینہ چلو چلیں
میرے شریک کار مدینہ چلو چلیں

کل اپنی زندگی بھی نہ بن جائے بے وفا
کیا اعتبار یار مدینہ چلو چلیں

تنگی لیے ہوئے ہے بدستور زندگی
چھوڑو بھی کاروبار مدینہ چلو چلیں

سنتا نہیں دل ایک بھی سمجھائیے ہزار
بس ایک ہی پکار مدینہ چلو چلیں
زادِ سفر نہیں تو خدا کی نظر تو ہے
کیا عذر و اعتذار مدینہ چلو چلیں
صحرا میں انتشار گلستاں میں انتشار
گھر گھر ہے انتشار مدینہ چلو چلیں
کرتے ہوئے درود کی تلقینِ قلب کو
باوصف کردگار مدینہ چلو چلیں
رہبرؔ دل و دماغ پہ قابو نہیں رہا
اچھا یہی ہے یار مدینہ چلو چلیں

○

ہم شہرِ مصطفیٰ کو بفضلِ خدا چلے
مرغوب جس کسی کو ہو کسبِ ضیا چلے
للہ لے کے دوش پہ بادِ صبا چلے
نبضِ رواں پہ بیٹھ کے رہ جائے یا چلے
مدّ نظر ہے آپ کے در کی گداگری
سایہ کیے ہوئے مرے سر پر ہما چلے
جو ضربِ لا الٰہ سے ہے آشنا چلے
چوں فیل مست مستِ ازل جھومتا چلے
اوقاتِ صبح و شام کے پابند ہم نہیں
جب بھی جنونِ شوق لِوا کر چلا چلے

○

حاصل ہوا، نہ ہوگا کونین میں کسی کو
حق نے عطا کیا ہے جو مرتبہ نبیؐ کو
ہونے لگا پیا پے روشن رموزِ ہستی
ایسا شعور بخشا محرومِ آگہی کو

صدقے میں آپ ہی کے زندہ ہے آج ورنہ ۔۔۔ انساں ترس رہا تھا دنیا میں زندگی کو
خلوت میں آسماں پر خالق سے بالمشافہ ۔۔۔ اعزاز گفتگو کا حاصل ہے آپ ہی کو
تھی دودِ معصیت سے تاریک بزمِ عالم ۔۔۔ روشن کیا نبیؐ نے قندیلِ ایزدی کو
خلقِ عظیم وجہٗ تسخیر قلبِ عالم ۔۔۔ پیغام ہے اجل کا باطل کی سرکشی کو

تخصیص شہر و قریہ رہبرؔ نہ قید رشتہ
آئے حضورؐ سارے عالم کی رہبری کو

○

مقتضا ہے یہ کمالِ حسرت دیدار کا
تا مدینہ سلسلہ ہوتا نظر کے تار کا

ذرّہ ذرّہ ہے درخشاں شہر پر انوار کا ۔۔۔ یا تماشا دیکھتا ہوں جوہری بازار کا
وحیِ حق کی پیش قدمی تلخ گزری قوم پر ۔۔۔ راستہ ہونے لگا تیار فرش خار کا
ضبط میں تحریر کے لاتے ہی اوصافِ نبیؐ ۔۔۔ سرادب سے ہوگیا خم کلکِ گوہر بار کا
ذہن واقف از دعائے رحمۃ للعالمیں ۔۔۔ نقشِ دل ہے بدر کا نقشہ کم و بسیار کا
سینکڑوں منزل سے گزرے ہم غلامانِ رسولؐ ۔۔۔ ذکر کیا آتش فشاں کا تذکرہ کیا دار کا
کاش اپنا دم نکلتا سبز گنبد کے قریب ۔۔۔ حرفِ آخر تھا دمِ آخر لبِ اظہار کا
نسل ورنگ وقوم کو خاطر میں لاسکتا نہیں ۔۔۔ رابطہ حاصل ہے جس کو آپ کے دربار کا
حضرتِ آدمؑ، کلیمؑ طور، عیسیٰؑ، سب خموش ۔۔۔ ''دار دورہ حشر میں ہے احمدِ مختار کا''
سورۃ من مثلہٖ کا دے مجھے دنیا جواب ۔۔۔ کیوں تہی داماں ہے گوشہ میرے استفسار کا
پرورش رہبرؔ نے پائی موت کی آغوش میں ۔۔۔ سر پہ سایا تھا ہمیشہ خنجر خونخوار کا

○

حسین کلیوں کی مُسکراہٹ بہار خندیدگاں محمدؐ
صحیفۂ گل کا باب زرّیں چمن کی نبضِ رواں محمدؐ

مثال ہے اپنی آپ جانو خدا نہیں ہے خدا نہ مانو
روا نہیں ایں و آں محمدؐ نہ ہمچنیں ہمچناں محمدؐ

قلم سے میں مشورہ طلب تھا رسولِ مقبول کو لکھوں کیا
کہا کہ سرچشمۂ ہدایت نفاستِ پیکراں محمدؐ

جو ہو رہی تھی کرم کی بارش وہی بدستور ہے نوازش
قرارِ آشفتگانِ ماضی سکونِ عصرِ رواں محمدؐ

نڈھال فاقوں سے جسمِ اطہر، بندھا ہوا ہے شکم پہ پتھر
اگرچہ زیرِ نگین ہے عالم اگرچہ ہیں حکمراں محمدؐ

زراہِ خورشید و ماہ و اختر بشان و شوکت گذشت رہبر
بساعتے مختصر یکے شب رسید بر آسماں محمدؐ

○

حبِ شہِ دیں میں تہِ شمشیر گلا ہے
''ہاتھوں میں مرے آج بھی دامانِ وفا ہے''

ہر کوچہ و بازار کی مسرور فضا ہے
اے شہرِ مدینہ ترا عالم ہی جدا ہے

طائف کے شریروں کے لیے لب پہ دعا ہے
یہ پیکرِ تہذیب و شرافت کی ادا ہے

ذات آپ کی مخلوق پہ رحمت کی گھٹا ہے
قرآن مقدس کی ہمہ گیر صدا ہے

اک فرق سرِ مو نہیں ارشاد بجا ہے
''جو حکمِ محمدؐ ہے، وہ فرمانِ خدا ہے''
کردینا براہِ کرم اظہارِ حقیقت
یہ کام حوالے ترے اے بادِ صبا ہے
آندھی کی غرض تھی اسے گل کردے، مٹا دے
پر اور فزوں شمعِ رسالت کی ضیا ہے
ہم رتبہ ہیں دونوں حرم و گنبدِ خضرا
یہ قبلۂ عالم ہے تو وہ قبلہ نما ہے
مائل بہ ستم در پئے آزار ہے دنیا
شیدائے محمدؐ ہوں یہی میری خطا ہے
ہم خواہشِ دنیا سے علاقہ نہیں رکھتے
مطلوب شہنشاہِ دوعالم کی رضا ہے
کچھ کم تو نہیں وسعتِ دامانِ شفاعت
مانا کہ گنہگار سزاوارِ سزا ہے
ہر گوشۂ ہستی سے عیاں شانِ صداقت
گفتار میں کردار میں حق جلوہ نما ہے
الفاظ کے موتی مرے سرکار عطا ہوں
تو خسروِ اقلیمِ سخن بحرِ سخا ہے
فریاد ہے فریاد ہے اے شاہِ مدینہ
پھر وقت کا بوجہل شرارت پہ تُلا ہے
جبریل بھی اے صلِ علیٰ عرض رسا ہے
باشندۂ افلاک ترے در کا گدا ہے
دور آپ سے ہوتے ہوئے اے جانِ مسیحا!
بیمار شفایاب نہ ہوگا نہ ہوا ہے

رہبر وہی کرسکتی ہے آسودۂ منزل
جس راہ میں سرکار کا نقشِ کفِ پا ہے

○

ذکرِ اوصافِ نبیؐ مرغانِ خوش الحاں میں ہے
مصطفیٰ کی آمد آمد عالمِ امکاں میں ہے
آپ کے صدقے بنے ہر موج، ساحل کیا بعید
مانتا ہوں کشتیٔ عمرِ رواں طوفاں میں ہے

لمعۂ توحید ہے ہر موئے تن سے آشکار
شعلہ برقِ طور کا مخفی حریم جاں میں ہے
بھکی بھکی آ گئی ہوگی مدینے سے یہاں
نکہتِ عنبر فشاں جو حلقۂ بستاں میں ہے
روشنی مطلوب ہے ظلمت سرائے دہر کو
چشمِ عالم انتظارِ نیّر تاباں میں ہے
شفقت و لطف و کرم ہر دلعزیزی برتری
عافیت ہی عافیت سرکار کے داماں میں ہے
شغل میں داخل ہے رہبؔر ارضِ بطحا کا سفر
ان دنوں میری تگ و دو روضۂ رضواں میں ہے

○

ہم رنگِ شفق جذبۂ ایثارِ مدینہ
تحریر ہے یہ نقش بدیوارِ مدینہ

ہوتا ہے گماں نور کے سیلابِ رواں کا — مت پوچھیے کیفیتِ انوارِ مدینہ
نیر تاباں کی مثال آپ ہیں اپنی — تاریخ کے صفحات پہ انصارِ مدینہ
ملتی ہی نہیں فرصت یک لمحہ زباں کو — ہر دم ہے لبِ شوق پہ گفتارِ مدینہ
سائے کی سکوں بخشی غرض لے کے ہزاروں — آنکھوں میں لیے پھرتے ہیں کہسارِ مدینہ
خار و خس و خاشاک کا اندیشہ گلہ کیا — مخمل ہے مجھے ہر رہِ دشوارِ مدینہ
اک شرطِ غلامی کے سوا اور نہیں کچھ — لے جائے مجھے مفت خریدارِ مدینہ

ذراتِ زمین جیسے درخشندہ ستارے
یہ چیز بھی ہے داخلِ آثارِ مدینہ

پہنائے فضا ہو تو کمی آ نہیں سکتی
اس شان کا دربار ہے دربارِ مدینہ

اک موت کی آغوش دگر روضۂ اطہر
دو شے سے عبارت ہے طلبگارِ مدینہ

پڑتے ہی نہیں آج قدم فرشِ زمیں پر
شاداں ہے بہت رہبرؔ رہوارِ مدینہ

○

چھان کر بادِ صبا کیا ارضِ بطحا آئے ہے
رقص کرتی ہے اُچھلتی ہے بڑا اِترائے ہے

شب کو انوارِ مدینہ دیکھ کر للچائے ہے
آسماں سے چاندنی دامن پسارے آئے ہے

آپ کی رحمت کا صدقہ عام شہرت پائے ہے
پھول بھی گلشن میں لے لے کر کٹورا آئے ہے

ماہیِ بے آب کی صورت مجھے تڑپائے ہے
سامنے طیبہ کا نقشہ جب کبھی آجائے ہے

جب بہارِ باغِ طیبہ کا خیال آجائے ہے
قمری و بلبل نوا ریزی سے جی بہلائے ہے

جب عذارِ مصطفیٰ تمثیل میں لے آئے ہے
پہلے شبنم پھول کو اچھی طرح نہلائے ہے

سرو اپنا منتخب کرکے ہرا قومی نشاں
فتح مکہ کی خوشی میں مستقل لہرائے ہے

کر رہا ہے زندگی مدحت سرائی میں بسر
رہبرؔ خوش فکر اچھا راستہ اپنائے ہے

○

عیاں آئینۂ قرآں میں ہے صورت محمدؐ کی
نہایت ارفع و اعلیٰ ہے شخصیت محمدؐ کی

کسی مخصوص خطے پر نہیں بعثت محمدؐ کی
عمومی طور پر ہے خلق پر رحمت محمدؐ کی

شکوہ وسطوتِ شاہانہ خاطر میں نہیں لاتا
ذرا بھی ہوگئی حاصل جسے خدمت محمدؐ کی

شبِ تاریک میں بھی شمعِ روشن کی ضرورت کیا
نظر کی بزم آرائی میں ہے شرکت محمدؐ کی

ہمیشہ ہر گھڑی دامن پسارے ہی نظر آئی
فضا کو بیشتر درکار ہے رحمت محمدؐ کی

نہ ہوتا کیوں مسلمانوں کے ہاتھوں بدر کا میداں
دعا تھی درمیانِ کثرت و قلت محمدؐ کی

کلیم طور اور ابن مریم کی دلی خواہش
ہمیں بھی شاملِ امت کرے امت محمدؐ کی

روانی سے لہو کی لے سبق اے رہروِ منزل
رگ و ریشے میں ہونی چاہیے چاہت محمدؐ کی

بقدرِ ظرف ہر میکش بجھا لے تشنگی اپنی
نہیں محدود رنگ و نسل میں رحمت محمدؐ کی

وسائل کے نہ ہونے کی ہمیں پروا نہیں رہبرؔ
مدینہ کھینچ کر لے جائے گی الفت محمدؐ کی

○

تمثیل میں لاتا ہے رخسار محمدؐ کا
کیا گل کو میسر ہے دیدار محمدؐ کا

دم بھرتے ہیں گل، بلبل، اشجار محمدؐ کا
القصہ ثنا خواں ہے گلزار محمدؐ کا

رکھتے ہیں یقیں دل میں اغیار محمدؐ کا
انکار سے بڑھ کر ہے اقرار محمدؐ کا

عشرت گہِ عالم کو خاطر میں نہیں لاتا
دیوانہ بھی ہوتا ہے ہشیار محمدؐ کا

خنجر کفِ قاتل کا روکا ہی کرے مجھ کو
میں نام لیے جاؤں ہر بار محمدؐ کا

تا آنکہ نہ حاصل ہو دیدار محمدؐ کا
اچھا نہیں ہو سکتا بیمار محمدؐ کا

کی جوشِ عقیدت میں اشکوں نے قدم بوسی
ہوتے ہی تصور میں دیدار محمدؐ کا

آدابِ تجسس میں داخل تو نہیں رہبرؔ
جویا ہوں گریباں کا ہر تار محمدؐ کا

○

ہوئے کیا ظہور فرما شہِ انس و جاں جہاں میں
کہ جہاں غریقِ رحمت ہے حصارِ آسماں میں
ہوں بیاں صفات ان کے کہاں تاب یہ زباں میں
لگے صرف چند لمحے جنہیں سیر آسماں میں
جو نبی کا حسن دلکش ترے سامنے ہو بلبل
ملے لطف صد بہاراں تجھے موسمِ خزاں میں
مری فکرِ جستجو تھی سرِ چرخ جادہ پیما
کہ نقوش ہائے اقدس ملے راہِ کہکشاں میں
خد و خالِ شانِ رحمت، ہے نفس نفس سے ظاہر
وہ سما گئے ہیں ایسا رگ و پے میں جسم و جاں میں
یہ کمال جاہ و حشمت کہ جہاں پہ ہے حکومت
نہ ہو پھر بھی آگ روشن کئی ماہ تک مکاں میں
رہِ چشم سے وہ جونہی اتر آئے دل میں رہبرؔ
مجھے روشنی یکایک نظر آئی بزمِ جاں میں

○

سرچشمۂ ایماں کا اک شور ذرا اُٹھا
دیرینہ جفا پیشہ مائل بہ جفا اٹھا
شہزادۂ مشرق نے شمشیر و سپر لے لی
قدموں پہ شہِ دیں کے ہونے کو فدا اُٹھا
پینے پہ اُتر آئے توحید کے متوالے
ساقی کا سرِ محفل بس ہاتھ رہا اٹھا
بلبل کے ترنم میں تھا وصفِ نبی شامل
مداح نبی سن کر بافکر رسا اٹھا
کفار ہراساں تھے ہلچل تھی قیامت کی
جب بدر کے میداں میں اک دستِ دعا اُٹھا
بوبکر سے جو چاہی خدمت شہِ والا نے
یہ پیکرِ صد خوبی بے چوں و چرا اٹھا

آنکھوں میں جگہ پائی خطاب کے بیٹے نے　　باغیظ وغضب جس دم ہمرنگ حنا اٹھا
الزام تراشی سے ہستی ہے وہ بالاتر　　کیوں جامعِ قرآں پر طوفانِ بلا اٹھا
ہے قلعۂ خیبر کے ماتھے پہ شکن یارب　　ہاتھوں میں لیے پرچم کیا شیر خدا اٹھا
تھا شوقِ زیارت کے نشے کا اثر رہبر
میں راہِ مدینہ میں سو بار گرا اُٹھا

○

دامن میں سمیٹے ہوئے فردوسِ بریں ہے
شاداب ودل آویز مدینے کی زمیں ہے
ہر لمحہ نوخندہ دہن زہرہ جبیں ہے　　ماحول ہی القصہ مدینے کا حسیں ہے
گلریز فضا غیرتِ رنگِ چمنستاں　　جنت ہے اگر فرشِ زمیں پر تو وہیں ہے
واقف نہیں دنیائے دنی مستِ ازل سے　　رہبر کو سمجھتی ہے خرابات نشیں ہے
سرکارِ دوعالم کی عقیدت کے تصدق　　سدرہ کی بلندی پہ کفِ پائے یقیں ہے
آنکھوں میں مری جلد اتر آئے مدینہ　　مطلوب مجھے شہپر جبریل امیں ہے
ملتے ہوئے ہونٹوں پہ ہے رٹ حمد وثنا کی
مشغول ترانوں میں دمِ باز پسیں ہے

○

شرح کلام اللہ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم
آں بملقب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم
سرورِ دیں سلطانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

فخرِ رُسُل فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم

از گل خنداں روزے گفتم چیست بگو تسبیح سحر دم
گفت کہ باشد ورد زبانم صلی اللہ علیہ وسلم

در رہِ منزل شد زہراساں بندۂ مومن صاحبِ ایماں
بود رفیق و مونس و ہمدم صلی اللہ علیہ وسلم

راہ منور روشن منزل خضر سفر رشک مہ کامل
زیرک و دانا قائد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

تنہا ایک شہِ ذی رفرف ہے ساری دنیا ایک طرف ہے
عزم ہمالہ سے مستحکم صلی اللہ علیہ وسلم

نطق زباں خاموش نہیں ہے نبض رواں روپوش نہیں ہے
بربط دل کی شورش پیہم صلی اللہ علیہ وسلم

بیٹھ کے گل کی پنکھڑیوں پر مفت بہائے آنسو کیوں کر
تھوڑی دیر تو کہتی شبنم صلی اللہ علیہ وسلم

سرو چمن یہ جھوم کے بولا حاصل ہے جس کو ید طولی
باغ میں لہراتا ہوا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم

سازِ سخن بلبل کو نوازا جامۂ رنگیں گل کو نوازا
موجب صدہا رونق عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کفر نے کی تلقین خموشی گردش دوراں روک رہی تھی
باز نہ آئے کہنے سے ہم صلی اللہ علیہ وسلم

خواہ سفر ہو خواہ حضر ہو شرط محبت پیش نظر ہو

یاد رہے اے خواہشِ زمزم صلی اللہ علیہ وسلم

حسن تصورِ غم کا مداوا غیرت صد گل چہرۂ زیبا
قلب و جگر کے زخم کا مرہم صلی اللہ علیہ وسلم

لفظ حسیں آیا متواتر میری زباں پر تا دم آخر
کم نشد الا شوق بیانم صلی اللہ علیہ وسلم

صورت جرس کے مثل عیاں تھا ہر موقع پر وردِ زباں تھا
بزم طرب کیا محفل ماتم صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر خدا کے ساتھ ہی رہبؔر چلتے پھرتے دہرایا کر
ہر لمحہ ہر ساعت ہر دم صلی اللہ علیہ وسلم

○

خواب کے بھی عالم بارہا پکارا ہے
ہجر میں پیمبر کے حال یہ ہمارا ہے
گھر جلا دیے جائیں ہم مٹا دیے جائیں
عشق میں پیمبر کے ہر ستم گوارا ہے
ظلمتوں میں الجھا تھا نظم و نسق عالم کا
گیسوئے حکومت کو آپ نے سنوارا ہے
خانۂ قلق زا میں غم نواز دنیا میں
آپ کا تصور ہی زیست کا سہارا ہے
رحمتوں کی بارش کا ہو رہا ہے اندازہ

ہر طرف مدینے میں خلد کا نظارہ ہے
رہبؔر ایسی منزل کا ہوں میں والہ و شیدا
رَہ کا جس کی ہر ذرہ ضو فشاں ستارا ہے

-------❖-------

غزلیں

○

دیکھتے ہی شیشہ و ساغر چلے
رند میخانے سے جب باہر چلے

تم حریمِ ناز سے اُٹھ کر چلے — ہاتھ فوراً ہی گریباں پر چلے
چل پڑے وحشی جنوں کی راہ میں — پھول کی بارش ہو یا پتھر چلے
پوچھتے ہیں مختلف انداز سے — کیوں چلے، کیسے چلے، کیوں کر چلے
اللہ اللہ رے جوانی کا غرور — جب چلے بدلے ہوئے تیور چلے
التفات و رحم سے قطعِ نظر — کہہ دیا بیساختہ رہبؔر چلے

○

سوزِ دل آہ و فغاں درد و الم باقی رہے
آنسوؤں کا سلسلہ اے چشمِ نم باقی رہے

فکر ہے تجھ کو یہی شاید کہ ہم باقی رہے — اے فلک اب تک ترے جور و ستم باقی رہے
ہے وبالِ جان اب بھی شورِ ناقوس واذاں — آج بھی افسانۂ دیر وحرم باقی رہے
تو نے چاہا تو مٹانے کو بہت اے آسماں — خوبیِ تقدیر سے اب تک بھی ہم باقی رہے
ہائے کس حسرت سے بلبل نے دمِ رخصت کہا — آشیانہ تو چمن میں کم سے کم باقی رہے
لہلہاتا ہو ہمیشہ سبزہ زار امید کا — ہم پہ تیرا فیض اے ابرِ کرم باقی رہے
بس کہ تھا پسماندگاں کی رہنمائی کا خیال — راہ میں اب تک نشاناتِ قدم باقی رہے
خاک کردوں تجھ کو اے صیاد آہوں سے مگر — سینۂ سوزاں میں احساسات کم باقی رہے
ہم بھٹکتے ہی رہے رہبؔر شبِ تاریک میں — شاید اب بھی گیسوؤں کے پیچ وخم باقی رہے

○

تارے ہیں جیسے محوِ سفر کہکشاں کے ساتھ
حسنِ سلوک چاہیے اردو زباں کے ساتھ

آئی بشکل گل چمن ہست و بود میں
جو شئے تھی زیر خاک حسین خفتگاں کے ساتھ

کب وقت نے کیا ہے کسی کا بھی انتظار
غفلت برت رہے ہیں مگر امتحاں کے ساتھ

یوں ہوں بہم علائقِ رسم و رہِ حیات
جیسے ہے ربط روح کو نبضِ رواں کے ساتھ

ہوگی یگانگت نہ کبھی قول و فعل میں
جب تک نہ ہوں گے حضرتِ دل بھی زباں کے ساتھ

شبنم کے ساتھ ساتھ ہے شعلہ بھی جلوہ گر
ناقوس کا بھی شور ہے بانگِ اذاں کے ساتھ

رہتے ہیں شکوہ سنج بہرحال عندلیب
یکساں معاملہ ہے بہار و خزاں کے ساتھ

بے ہمتی کو ہمت عالی سے کیا لگاؤ
یہ تو زمیں کے ساتھ ہے وہ آسماں کے ساتھ

رہبر زیادہ غم کے سبب جی سکا نہ میں
آمادۂ سفر ہوں غمِ رفتگاں کے ساتھ

○

تجاوز کر گئے ہفت آسماں سے
میرے نالے کہاں پہنچے کہاں سے

ستم چھوٹا نہ کوئی آسماں سے
گزرنا ہی پڑا ہر امتحاں سے

زمیں پر آ گئے ہیں آسماں سے
کہاں پر ہم چلے آئے کہاں سے

مرے سر آپ کے احساں بہت ہیں
دبا جاتا ہوں اس بارِ گراں سے

بخوں آغشتہ ہے رودادِ گلشن
ٹپکتا ہے لہو جس کے بیاں سے

خود اے رہبر جو منزل آشنا ہو
غرض کیا اس کو میرِ کارواں سے

○

ناوکِ غم کے سوا جزوِ بدن کیا ہوگا
کیا سمجھتے نہیں یارانِ وطن کیا ہوگا

شاخِ گل پر اثرِ زاغ و زغن کیا ہوگا
''ہم کو معلوم ہے انجامِ چمن کیا ہوگا''

شاعرِ وقت کو حاجت نہیں فن کیا ہوگا
نغمۂ نَو کے لیے سازِ کہن کیا ہوگا

بیکسی یونہی اگر رہ گئی غمخواری میں
پھر تو جز مرگ پسِ مرگ کفن کیا ہوگا

شومئی بخت سے ہے جن کو تباہی منظور
لب پہ جز بحثِ دل آزارِ سخن کیا ہوگا

کر تو لوں میں عدم آباد کو آباد مگر
اے اجل تو ہی بتا دے یہ وطن کیا ہوگا

ہر نفس گم ہے تغیر کی اداکاری میں
کس کو معلوم بیک چشم زدن کیا ہوگا

ہوگی باطل کے لیے حکم فنا کی تحریر
مردِ مومن ترے ماتھے پہ شکن کیا ہوگا

نت نئے ہوتے ہیں پیچیدہ مسائل رہبر
گامزن راہِ ترقی پہ وطن کیا ہوگا

○

تشنگی اپنی حوالے کر کے میخانے کو ہم
خوب ٹکراتے ہیں پیمانے کو پیمانے سے ہم

دل جو روشن ہو تو ہو جائے منور کائنات
کاش کر سکتے چراغاں اس سیہ خانے کو ہم

آبلوں کو ہے اگر احساسِ نوکِ خار کا
کر نہیں سکتے کبھی آباد ویرانے کو ہم

لا نہیں سکتی پھر اب جیسے حیاتِ مختصر
دیکھتے ہیں اس طرح مڑ مڑ کے میخانے کو ہم

غافلو! دامن کو بھر لیجو گلِ مقصود سے
اس جہانِ رنگ و بو میں پھر کہاں آنے کو ہم

○

دامنِ دل جو نہ آلودۂ عصیاں ہوتا
میں بھی جبریل کی پرواز میں یکساں ہوتا

سوزِ غم کا متحمل اگر انساں ہوتا
گلشنِ دہر کا اک سرو چراغاں ہوتا

جذبہ ایثار کا اتنا تو نمایاں ہوتا
میں پئے خلق ہتھیلی پہ لیے جاں ہوتا

کارفرما جو غمِ عشق فراواں ہوتا
کرۂ ارض بیاباں ہی بیاباں ہوتا

میں نہ ہوتا نہ سہی وقت کا سلطاں لیکن
یہ بھی کچھ کم تو نہ ہوتا کہ میں انساں ہوتا

لطف ساحل کا تصور ہی ستم ہے ورنہ
خوف موجوں کا، نہ اندیشۂ طوفاں ہوتا

چشمِ مخمور کا دو جرعہ پلاتا ساقی
رند مجبور پہ احسان ہی احساں ہوتا

خامشی میں بھی تو کیفیتِ غم ہوتی ہے
عشق کا راز چھپاتے بھی تو عریاں ہوتا

دعوئ درد کے اظہار سے پہلے پہلے
شرطِ اول یہی ہوتی کہ میں انساں ہوتا

دل میں ایماں کی حرارت ہی نہیں اب ورنہ
میری ہیبت سے جہاں آج بھی لرزاں ہوتا

ہم نہ ہوتے کبھی گم گشتۂ منزل رہبؔر
مشعلِ راہ اگر مصحفِ قرآں ہوتا

○

جنونِ عشق میں دنیا و مافیہا سے بیگانہ
جدھر جاتا ہے کوسوں تک چلا جاتا ہے دیوانہ

عطا کی ایسی قسّامِ ازل نے طبعِ رندانہ
جہاں بھی ہم نے چاہا کر دیا تعمیر میخانہ

نہیں لاتا ہے کچھ نفع و ضرر خاطر میں دیوانہ
الجھتا ہے پیاپے شمع کے شعلے سے پروانہ

نظر آئی جہاں ابرِ سیہ کی چال مستانہ
سرِ بزمِ طرب گردش میں آجاتا ہے پیمانہ

نہیں ہوتا فرو دم بھر تسلسل یاس و حرماں کا
سنا تا جا رہا ہے چرخ افسانے پر افسانہ

یقیناً زورِ باطل سے ہراساں ہو نہیں سکتا
اگر جذبات ہیں مومن کے دل میں سرفروشانہ

ہمیں تو شغل ہے تعمیر سے تعمیر کرتے ہیں
بلا سے بجلیوں کی نذر ہو جائے گا کاشانہ

اثر ہے چشمِ ساقی کی نوازشہائے پیہم کا
نظر آتے ہیں مجھ کو خواب میں بھی جام و پیمانہ

رہِ عشق ووفا ہموار ہی ہموار ہے رہبر
کہ تا حدِّ نظر حائل کہیں کعبہ نہ بتخانہ

○

شوکتِ ماضی فراہم کر کے مستقبل سے ہم
بے نیازانہ گزر جاتے ہیں ہر منزل سے ہم

اس قدر مایوس بھی کیوں سعیِ لاحاصل سے ہم
حل کوئی پیدا کریں پیدا شدہ مشکل سے ہم

ہو کے وابستہ خدایا کوچۂ قاتل سے ہم
ایک ربط خونچکاں رکھتے ہیں مستقبل سے ہم

زندگی ہنگامۂ طوفاں میں ہوتی ہے بسر
دور کا بھی واسطہ رکھتے نہیں ساحل سے ہم

بخش دی جاں آپ نے آ کے دمِ نزعِ رواں
ہوتے ہوتے غرق گویا جا لگے ساحل سے ہم

جس کی گردِ رہگزر ہیں انجم و سیّارگاں
آنِ واحد میں کبھی گزرے ہیں اس منزل سے ہم

ہے ہمیں سے رہبر آشفتہ بخوں خاکِ وطن
آشنا ہیں جذبۂ ایثار کی منزل سے ہم

-------❖-------

○

بت سینکڑوں تراش لیے خواہشات کے
کچھ کم نہیں عدد میں ذرائع حیات کے

ساقی نے تشنگی نہ بجھائی تو کیا ہوا — ہم تشنہ رہ چکے ہیں کنارے فرات کے
ہوں شرمسار شانِ کریمی خطا معاف — انسان آہی جاتا ہے دھوکے میں بات کے
ایماں کی عصرِ نو میں حقیقت ہے اس قدر — جگنو چمک رہے ہیں اندھیرے میں رات کے
ہے رند و پارسا میں بظاہر یگانگت — دونوں ہی اشک ریز ہیں حصّے میں رات کے
تودے میں راکھ کے وہ شرر ڈھونڈتا پھرے — پرتو ہوں جس کے چہرے پہ اسلامیات کے
شیرازۂ سکوں کا بُرا حال ہوگیا — اوراق منتشر ہیں کتابِ حیات کے

رہبؔر کسی کی یاد بھی آتی نہیں کبھی
مسدود راستے تو نہیں التفات کے

○

حاصل کسی قدر ہے تصنع کا فن مجھے
یا پھر سے خطاب کریں مرد و زن مجھے

اظہارِ بیکسی میں جو کھولا تھا میں نے منہ — احباب دفن کر کے گئے بے کفن مجھے
سرزد نہ ہو وفا کا مکرر کوئی گناہ — کر دیجیے حوالۂ دار و رسن مجھے
وحشت کا دل کی دستِ جنوں سے رہا سوال — دیتا گیا جواب مرا پیرہن مجھے
جتنا بنا سمیٹ لیا روزِ اولیں — آیا بہت پسند مذاقِ سخن مجھے

لپٹا ہوں بعد مرگ بھی خاکِ لحد سے میں | ہے کس قدر عزیز زمینِ وطن مجھے
تیشہ کو پھینک کر مرے قدموں پہ گر پڑا | استاد مانتا تو نہیں کوہکن مجھے
شفقت کے ساتھ کی مری غالبؔ نے پرورش | کہتے ہیں شاہزادۂ ملکِ سخن مجھے
دیں گے جگہ دلوں میں میری بات مانیے | پہچانتے نہیں ابھی اہلِ وطن مجھے
ہر انجمن کرے گی میرا ذکر بعد مرگ | پاؤ گے نغمہ ریز چمن در چمن مجھے

رہبرؔ غضب کا تھا سفرِ راہِ زندگی
ہر ہر قدم پہ آئے نظر راہزن مجھے

○

اُجالا چاہتا ہے گلشنِ ہندوستاں اپنا
ہمیشہ بجلیوں کی زد میں ہوگا آشیاں اپنا

رہائش چاہتا ہے وسعت آغوشِ دامن میں | سکوں سے کس قدر مانوس ہے اشکِ رواں اپنا
بدل دے خواہ انساں راہ اپنی غم سے گھبرا کر | بدل سکتا نہیں ہرگز رویّہ آسماں اپنا
عزائم سے تعلق ہو اگر صحرا نشینوں کو | بنا سکتے ہیں چوٹی پر ہمالہ کی مکاں اپنا
مذمت پر اُتر آئی ہے دنیا بات کیا آخر | ہمیں تو ہیں، کبھی مداح تھا سارا جہاں اپنا
کبھی ہم اپنے اوپر غیر کو ترجیح دیتے تھے | خدا معلوم وہ جوشِ اخوت ہے کہاں اپنا

یہ ہنگامِ سفر معلوم ہونا چاہیے رہبرؔ
کہاں جاتے ہیں جانے کا ارادہ ہے کہاں اپنا

-------❖-------

○

چھلک رہے ہیں فضا میں خوشی کے پیمانے
گھٹائیں پھرتی ہیں لے کے سروں پہ میخانے

حرم بنا کے بنانے لگے صنم خانے — سنبھل سنبھل کر گرے زندگی کے دیوانے
فریب خوردۂ رنگینیٔ ادا جانے — جو ہوشمند ہیں کہلا رہے ہیں دیوانے
کسی نے مے کی مذمت نہ کی بیاں پہلے — ''بہک گیا ہوں تو دنیا چلی ہے سمجھانے''

بگوش آمدہ کم نالۂ جرس رہبر
چناں بجادۂ منزل گریست نادانے

○

حال اچھا نہ رہا تیری ملاقات کے بعد
نیند آئی مجھے مشکل سے کئی رات کے بعد

چھٹ گیا گریہ وزاری سے تکدر دل کا — صاف وشفاف فضا ہوگئی برسات کے بعد
ہار بیٹھے ہیں وہی راہِ عمل میں ہمت — دن کے آنے کا یقیں جن کو نہیں رات کے بعد
خودستائی کے سبب کوہ صفت انساں بھی — وزن رکھتا نہیں اظہارِ کمالات کے بعد
اس طرح سوئے ہیں اللہ سے غافل بندے — رات ہی جیسے نہ آئے گی اب اس رات کے بعد
مادرِ ہند کا تاریک نہیں مستقبل — ''آئے گی صبح درخشاں شبِ ظلمات کے بعد''
آبرو اپنے وطن کی نہ گنوانا یارو! — جہل ہی جہل نہ ہو علم کی بہتات کے بعد

وادیٔ موت ہے کوتاہ نگاہی رہبر
زندگی راہ پہ آتی ہے مساوات کے بعد

○

عرب میں چین میں ہندوستاں میں
مری شہرت ہوئی سارے جہاں میں

قناعت ہے مری فطرت میں داخل — فراخی مجھ کو حاصل ہے جہاں میں
ریا نے کردیا مفلوج ورنہ — مری پرواز ہوتی آسماں میں
نظر آیا قفس خوابِ گراں میں — ملے ٹوٹے ہوئے پر آشیاں میں
بلندی پر ہے پروازِ تخیل — سیاحت کر رہا ہوں آسماں میں

نہیں بے وجہ رہبر تیزگامی
یقیناً حوصلہ ہے کارواں میں

○

تشویشِ غم سے نوعِ بشر لب کشا نہ ہو
ٹوٹے جو آبگینۂ دل تو صدا نہ ہو

طرزِ روش ہی آپ نے کی ایسی اختیار — ممکن نہیں کہ فتنۂ محشر بپا نہ ہو
لے کر چلا ہوں اس لیے دنیا سے داغِ عشق — شاید مرے مزار پہ بتّی دِیا نہ ہو
ایسی تو کوئی شے نظر آتی نہیں مجھے — جو عالمِ وجود میں آئے فنا نہ ہو
ڈرتا ہوں بے شعوریِ گلچیں سے اے خدا — گلشن میں فصلِ گل کو پیامِ قضا نہ ہو
اے طائرِ نصیب تعلّی نہ چاہیے — تیرا جو شاخِ سدرہ پہ بھی آشیانہ ہو

پائے وہ خاک منزلِ مقصود کا پتا
رہبر جو رہ نوردِ رہِ مصطفٰی نہ ہو

○

وعدۂ بے شمار رہنے دے
بس بھی، غفلت شعار رہنے دے

راز افشا نہ کر محبت کا	دیدۂ اشکبار رہنے دے
تیری صورت سے آشنا ہوں میں	پردہ اے پردہ دار رہنے دے
ساقیا! تیرا حسنِ ظن تسلیم	کب تک آخر اُدھار رہنے دے
گیسوؤں کو بکھیر مت اے دوست	شرح منصور و دار رہنے دے
چارہ گر تیرے بس کی بات نہیں	"تو مجھے بے قرار رہنے دے"
توڑ دیوانے پاؤں کی زنجیر	انتظارِ بہار رہنے دے
وہ نہ آئیں گے واقعی رہبرؔ	روز کا انتظار رہنے دے

○

امیدِ سکوں گویا سیماب صفت دل سے
منزل کی توقع ہے بیگانۂ منزل سے

حالت ہے زبوں ایسی بیمار محبت کی	اب آہ بھی ہونٹوں تک آتی ہے تو مشکل سے
بے ذوقِ یقیں گزری عمر ایسی محبت میں	وابستہ رہے گویا بے کیف مشاغل سے
گردابِ حوادث میں تھی ان پہ نظر اپنی	جو ڈوبنے والوں کو دیکھا کیے ساحل سے
اتنی سی حقیقت ہے اس عالمِ ہستی کی	اک موج اُٹھی اٹھ کر ٹکرا گئی ساحل سے
طوفاں میں رہا جب تک احساسِ خودی مجھ کو	جا جا کے پلٹ آئی کشتی مری ساحل سے
مصروفِ تگ و دو تھے اور اہلِ وفا لیکن	گزرے تو ہمیں رہبرؔ ایثار کی منزل سے

○

انشراحِ صدر کی صورت عیاں ہوتی گئی
منتقل سینہ بہ سینہ داستاں ہوتی گئی

دہر میں مقبول اپنی داستاں ہوتی گئی — ہم غلط سمجھے کہ دنیا بدگماں ہوتی گئی
یہ نہ پوچھو کیا سے کیا اردو زباں ہوتی گئی — ملکۂ عالم دلوں کی حکمراں ہوتی گئی
ہر بہارِ تازہ مانندِ خزاں ہوتی گئی — بے اصولی ہی اصولِ باغباں ہوتی گئی
گرم جولاں جس قدر برقِ تپاں ہوتی گئی — آشیاں کی معنوی صورت عیاں ہوتی گئی
زندگی یوماً فیوماً نکتہ داں ہوتی گئی — انکساری ہر بُنِ مو سے عیاں ہوتی گئی
روز افزوں کثرتِ آہ و فغاں ہوتی گئی — ''رفتہ رفتہ طول میری داستاں ہوتی گئی''
صلح کے نعرے فلک سے بھی تجاوز کر گئے — جنگ شیخ و برہمن کے درمیاں ہوتی گئی
اوج پر ہوتا گیا باشندۂ تحت الثریٰ — کیا تماشا ہے زمیں بھی آسماں ہوتی گئی
اک سرِ مو بھی نہ آیا فرق استقلال میں — استطاعت گو نحیف و ناتواں ہوتی گئی
ہم جھکاتے ہی رہے ہر آستانے پر جبیں — بت پرستی اس قدر مرغوبِ جاں ہوتی گئی
یادِ جاناں میں گئے رہبرؔ جدھر با چشمِ تر — راہ اپنی غیرتِ صد کہکشاں ہوتی گئی

○

بے رہ روی کے تحت غلط راہ پر چلے
منزل سے اور دور ہوئے جس قدر چلے

طے کر سکے نہ پھر بھی رہِ شوقِ زندگی — دو ایک دن کی بات نہیں عمر بھر چلے
احساں کہیں جتائے نہ خورشید اس لیے — لے کر چراغ دن میں سرِ رہگزر چلے

نام ونشاں بدل دیں نشیب وفراز کا   قابو اگر غریب کا حالات پر چلے
ہر سو تری تلاش میں باچشمِ تر چلے   موتی بکھیرتے ہی چلے ہم جدھر چلے

رہبر ہے ایسے غم کے دوراہے پہ آدمی
آتا نہیں سمجھ میں اِدھر یا اُدھر چلے

○

انسانیت کا طُرفہ نمونہ دکھا گئی
دل رو پڑا تو آنکھ بھی آنسو بہا گئی

ماضی کی یاد ہر رگ و پے میں سما گئی   اک پیکرِ وفا کی ادا جی کو بھا گئی
شاہانہ زندگی کے لیے بارہا گئی   با تزک و احتشام گئی جب دعا گئی
کانٹوں کو سرفراز کیا گل کھلا گئی   فصلِ بہار آگ چمن میں لگا گئی
یہ آفتابِ رخ کی کڑی دھوپ الاماں   دنیا سمٹ کے چھاؤں میں گیسو کے آگئی
پایا ہے مجھ کو صبر وتحمل میں کامیاب   ہرچند آ کے موجِ بلا آزما گئی
دوشیزۂ خودی کا کرشمہ ہے آشکار   جینے کا آدمی کو سلیقہ سکھا گئی
مٹی سمیت خون چپکتا ہے پاؤں میں   جیسے ابھی ابھی ہے برس کے گھٹا گئی
کھانا بھی وقت پر نہ ملا پیٹ بھر جسے   بجلی اسی غریب کا چھپّر جلا گئی
آنے کی راہ بھول گئی جب گئی بہار   فصلِ خزاں چمن سے گئی اور آگئی
کیونکر مٹے وہ جس کی حفاظت خدا کرے   کیا ابرہہ کی فوج بھی کعبے کو ڈھا گئی؟
دل میں ہوس نہ تھی تو حیا برقرار تھی   یہ دل سے ہمکنار ہوئی تو حیا گئی
ہے اہرمن لبادۂ یزداں میں آج کل   رہبر تمیزِ راہزن و رہنما گئی

○

تغیر کا ہمیشہ سلسلہ اے مہرباں ہوگا
ہمیں حاصل ہے جو کچھ کل بنام دیگراں ہوگا
نظر کے تین شعبوں میں تماشائے جہاں ہوگا
خلا پرواز ہوں گے راکٹیں ہوں گی دھواں ہوگا
مذاقِ جستجو دلدادۂ آشفتگاں ہوگا
ہمارا خیرمقدم از زمیں تا آسماں ہوگا
اگر بیدار دل ہوں گے اگر عزم جواں ہوگا
کوئی خطہ ہی کیا زیرنگیں سارا جہاں ہوگا
نشانِ سجدہ ریزی جو نہی ماتھے سے عیاں ہوگا
گریبانِ سحر کے چاک ہونے کا گماں ہوگا
پھٹے کپڑوں میں جب روپوش ہونا غیر ممکن ہے
جنوں میں کیسے آخر پاس آدابِ بتاں ہوگا
پلٹ آئے تو کیا ہم جادہ پیمائی سے گھبرا کر
کہ سورج پردۂ مغرب سے کوئی دن عیاں ہوگا
یقینی طور پر یہ فیصلہ کر ہی نہیں سکتے
ہمارا یا تمہارا حشر کیا ہوگا کہاں ہوگا
تلاطم کی فراوانی مری وحدت میں مضمر ہے
میں وہ چشمہ ہوں پیدا جس سے بحرِ بیکراں ہوگا

چمن کی سیر کا چرچا ابھی سے بجلیوں میں ہے
یہ مانا چند تنکوں سے عبارت آشیاں ہوگا
رہِ ہوش و جنوں تا زندگی طے پا نہیں سکتی
ہمیشہ مرحلہ یہ دو دلوں کے درمیاں ہوگا
دمِ تحریر چلتا ہے جو رُک رُک کر قلم میرا
اشارہ ہے کسی کے طبعِ نازک پر گراں ہوگا
کبھی خاطر میں لا سکتا نہیں شورش پسندی کو
جو دل مفہومِ غم کا رازدار و رازداں ہوگا
کیا ہے منتخب بیگانۂ منزل کو رہبرؔ نے
تباہی کے حوالے زندگی کا کارواں ہوگا

○

نظرِ التفات کی ہو مری سمت بھی خدارا
تجھے ہوش بھی ہے ساقی! مجھے تشنگی نے مارا
مرے عزم کی ستائش ہے ہمالہ کی زباں پر
مجھے خار و خس نہ سمجھے غمِ زندگی کا دھارا
رہا عشق نالہ کش ہی ہمہ شب، شبِ جدائی
کبھی حسن کو صدا دی کبھی موت کو پکارا
وہی جانتا ہے کیا ہے شبِ غم کی صبح کرنا
کبھی غرق ہوتے ہوتے جسے مل گیا کنارا
رہی شاملِ بہاراں جو خزاں کی چیرہ دستی
کبھی ہنس کے بلبلوں نے کبھی رو کے دن گزارا
کبھی شوخیٔ حیا نے کبھی چشمِ نیم وا نے
میں کسے کسے بتاؤں، مجھے کس نے کس نے مارا
جو شکستہ میں نے پائی کوئی شاخ آشیاں کی
مجھے زندگی چمن کی نظر آئی بے سہارا
وہی ہمکنارِ منزل نظر آ رہا ہے رہبرؔ
رہی جادۂ طلب میں جسے موت بھی گوارا

○

خوشی انساں کی انساں چاہتا ہوتا تو کیا ہوتا
یہی اے کاش حرفِ مدعا ہوتا تو کیا ہوتا

میں اک مستِ ازل ہی پی گیا ہوتا تو کیا ہوتا
کمالِ تشنگی کا اقتضا ہوتا تو کیا ہوتا

نہ ہونے پر تو یہ عالم نوازشہائے پیہم کا
جو ہم سے بندگی کا حق ادا ہوتا تو کیا ہوتا

زمیں پر بیٹھ کر ہفت آسماں کی سیر کرتا ہوں
میرے بازو میں پر جبریل کا ہوتا تو کیا ہوتا

ضرورت ہی نہ پیش آئی شکایت ہائے گردوں کی
دلِ رنج آشنا صبر آزما ہوتا تو کیا ہوتا

یہی ہوتا کہ محفل میں نہ ہوتی میری رسوائی
مجھے بھی ایک پیمانہ عطا ہوتا تو کیا ہوتا

خودی لائی نہ ہرگز منتِ اغیار خاطر میں
مبادا میں گرفتارِ بلا ہوتا تو کیا ہوتا

تجھے خود آگہی رہبرؔ ہے رسم وراہِ منزل سے
اکیلا ہی سفر طے کرلیا ہوتا تو کیا ہوتا

○

جان دینے کی ادا اہلِ وطن بھول گئے
یاد شاید نہ رہا دار و رسن بھول گئے

صرف آدابِ سخن اہلِ سخن بھول گئے
زندگی جس سے عبارت تھی وہ فن بھول گئے

لالہ و غنچہ و گل ، سرو سمن بھول گئے
خوگرِ جورِ خزاں لطفِ چمن بھول گئے

موت نے تجھ سے ملانے کا کیا تھا وعدہ
ہم ترے دید کی عجلت میں کفن بھول گئے

ہم وطن بک بھی گئے موجِ رواں کے ہاتھوں
بعد مرنے کے بہت لوگ وطن بھول گئے

اپنے اسلاف کو ہم دل میں بسا رکھے ہیں
یہ نہ سمجھو کہ روایاتِ کہن بھول گئے

گامزن ہے روشِ غیر پہ مسلم رہبرؔ
کیا قیامت ہے کہ ہم راہِ سنن بھول گئے

○

کثرتِ نالہ و فغاں ہی سہی
''غم مرے دل کا پاسباں ہی سہی''

کانپ اُٹھی مرے نام سے دنیا　　ہوں میں اک مورِ ناتواں ہی سہی
دل میں رہتے ہیں ہر گھڑی روپوش　　وہ بظاہر کشاں کشاں ہی سہی
تیری تیرِ نظر کا ہوں مشتاق　　دل میں اک زخمِ خونچکاں ہی سہی
زندگی کی بساط ہی کیا ہے　　چار دن جور آسماں ہی سہی
ہیں تو آزاد طائرانِ چمن　　فصلِ گل کے عوض خزاں ہی سہی
ایک عالم ہے درپئے آزار　　ظرف کا میرے امتحاں ہی سہی
ہے تو آخر کوئی کرم فرما　　موجدِ رنجِ آسماں ہی سہی
ہار بیٹھے نہ آدمی ہمت　　شرط کوشش ہے رائگاں ہی سہی
جان حاضر ہے پیش کردیں گے　　موت آجائے ناگہاں ہی سہی

مشعلِ راہِ شوق ہے رہبر
کیوں نہ ہو گرد کارواں ہی سہی

○

حالِ دل کیا عشق میں اے انقلابِ دہر تھا
دل نہ تھا اک آرزوؤں کا چراغاں شہر تھا

خواب میں اُلجھا ہوا گیسو جو آیا تھا نظر　　میں یہ سمجھا ہوں کہ موجودہ نظامِ دہر تھا
بلبلو! اس دور میں بھی ہم تھے مختارِ چمن　　جب خیالِ آشیاں بندی ستم تھا قہر تھا

کھل گیا اب اے جنونِ شوقِ تقسیمِ چمن
ہم تجھے تریاق سمجھے تھے مگر تو زہر تھا

دیکھیے ملتی ہے آئندہ کسے دل میں جگہ
تھا جو گوشہ گیر دل سفاک تھا، بے مہر تھا

میں نہ تھا موج آشنائے قلزمِ شعر و سخن
شاہد جذبات جب تک ماوراء النہر تھا

جامِ رنگیں نوش رہبرؔ کیوں بہکتے ہیں قدم
مغربی تہذیب کی بوتل میں شاید زہر تھا

○

کلی خموش اشکبار شبنم لباس نرگس کا ماتمی ہے
شباب پر ہے بہار لیکن چمن سے مفقود خرّمی ہے

الجھ گئی زلفِ زندگانی نظامِ عالم میں برہمی ہے
یہ دور وہ ہے کہ آدمی کے ستم کے ماتحت آدمی ہے

کبھی تمنا بر آئی دل کی کبھی ہوا خون آرزو کا
یہ روز کا انقلابِ عالم کبھی خوشی ہے کبھی غمی ہے

جو برق کی چیرہ دستیوں سے چمن میں محفوظ ہے ابھی تک
خدا نگہباں اس آشیاں پر نگاہ صیاد کی جمی ہے

مجھے فراخی نہیں میسّر تو ہے کوئی مصلحت ہی ورنہ
نہ تجھ کو دینے میں عار یارب! نہ تیرے دربار میں کمی ہے

بتا بھی واعظ وسیع تر کیوں بنائی آخر خدا نے جنت
جو تیرے نزدیک ساری دنیا عیاذ باللہ جہنمی ہے

کسی سے دیکھی گئی نہ آخر چمن کی تحقیر فصل گل میں
کہ چشمِ بلبل بھی خونفشاں ہے گلوں کے دامن پہ بھی نمی ہے

شکستِ دل کی خفیف آہٹ کے تحت ہیں اشکبار آنکھیں
ستم کلی پر ہو، روئے شبنم یہ شیوۂ ربطِ باہمی ہے
یہ جادۂ منزلِ محبت کسی قدر پُرخطر ہے رہبرؔ
کہ جابجا خاکِ رہگزر میں لہو کے آثار ہیں نمی ہے

○

جزءً و کلاًّ نمایاں آرزو کرنی پڑی
کھل کے آخر آج ان سے گفتگو کرنی پڑی

فکرِ خوش کو منفعت بخش عدو کرنی پڑی
خارزاروں کے حوالے گل کو بو کرنی پڑی

بے ریا اُبھرا نہ کوئی خاک پر نقشِ سجود
معصیت کوشی ہمیشہ باوضو کرنی پڑی

پاسِ آدابِ محبت تھا عناں گیرِ زباں
چشم و ابرو کے اشارے گفتگو کرنی پڑی

زندگی کو تھی کہاں حاصل ہی دیرینہ بقا
شعلۂ خس کے مشابہ ہو بہو کرنی پڑی

فرق تھوڑا نیتِ ساقی میں پایا تو ضرور
مرحمت لیکن شرابِ مشک بو کرنی پڑی

کس بلا کی ہے بتوں میں قوتِ تسخیر بھی
دیر کی شیخِ حرم کو آرزو کرنی پڑی

ساقیٔ مہوش کی بے پایاں عطائے جام پر
میکشوں کو تشنگی کی آرزو کرنی پڑی

ہے لبوں پر صرف شرحِ معنیٔ شعر و شباب
زندگی کو رازدارِ رنگ و بو کرنی پڑی

ہوگیا کھاپی کے رخصت واعظ ملت فروش
مفت کی تکرارِ باہم کو بکو کرنی پڑی

ہر قدم پہ کر کے رہبرؔ خار و داماں کا لحاظ
گلشنِ ہستی میں سیرِ رنگ و بو کرنی پڑی

-------❖-------

○

پاسِ ناموس مدعا نہ ہوا
ملتفت وہ ہُوا ہوا نہ ہوا

کھل کے پینے کا حوصلہ نہ ہوا ذوق وابستۂ ریا نہ ہوا
موج بن کر وہ رونما نہ ہوا قطرہ جو بحر میں فنا نہ ہوا
معترف ہوں بہار کا لیکن لطف حاصل بہار کا نہ ہوا
باز آئے نہ کوششوں سے ہم نفع گو حسبِ مدعا نہ ہوا
نذر طوفاں کی ہوگئی کشتی ناخدا بھی تو کچھ خدا نہ ہوا
میں نہیں صورتوں سے متاثر مجھ کو دھوکا سراب کا نہ ہوا

جادہ پیمائے عشق کو رہبرؔ
بعد منزل کا غم ذرا نہ ہوا

○

خفتہ و بیدار تیرا شکریہ
اب کہاں تک یار تیرا شکریہ

روک رکھا دیر تک محبوب کو دقّتِ گفتار تیرا شکریہ
ہورہا ہے تنگ دامان نظر ''حسن کی سرکار تیرا شکریہ''
پاس میرے کیا ہے جز بے مائیگی تیرا ہی دیدار تیرا شکریہ
ہم نے ناکامی سے بازی جیت لی کوشش بسیار تیرا شکریہ
تیرے ہاتھوں سے ہوئے مجھ کو عطا گل ہوں یا ہوں خار تیرا شکریہ

گرتے پڑتے ہی سہی چلتے رہے گرمیٔ رفتار تیرا شکریہ
خدمت انساں کا حاصل ہے شرف جذبۂ ایثار تیرا شکریہ
دونوں اسے جلاد ہیں زیب گلو طوق ہو یا دار تیرا شکریہ
ناخدا سن لے کلام آخری میرا بیڑا پار تیرا شکریہ
مشعل راہ ادب تیرا سخن
رہبرؔ فنکار تیرا شکریہ

○

اک جہاں زیر نگیں آیا زوال اپنا ہوا
دیکھتے ہی دیکھتے دو دن میں کیا سے کیا ہوا
باغبانِ شعلہ خو شاید چمن آرا ہوا دیکھتا ہوں آشیانوں سے دھواں اٹھتا ہوا
دفعتاً میں روشناسِ عالمِ بالا ہوا کیا مذاقِ جستجو آہِ فلک پیما ہوا
باغباں، صیاد باہم ہوگئے شیر و شکر ہمصفیرو! دیکھ لینا کل چمن میں کیا ہوا
باندھنا مضمونِ آسائش ہے اک امرِ محال لفظِ عشرت میرے باغِ فکر کا عنقا ہوا
کثرتِ غم سے جہاں میں کب ہوا حاصل فراغ گیت یہ ہے زندگی کے ساز پر گایا ہوا
ہے وطن کا حال کچھ ایسا ہی آزادی کے بعد آتشِ گل سے چمن ہو جس طرح دہکا ہوا
ہے خزاں ہی یا خزاں بردوش آتی ہے بہار جائے گل ہے صحنِ گلشن میں غبار اُڑتا ہوا
کاٹتا تھا زندگی کے دن پریشانی کے ساتھ
رہبرؔ آشفتہ خاطر مر گیا اچھا ہوا

○

رہا نہ صبر و تحمل پر اختیار مجھے
نہ چھیڑ اے نگہٗ ناز بار بار مجھے

گرچہ ضبطِ فغاں بھی ہے دل پہ بار مجھے
پسند بھی نہیں توہین انتظار مجھے

کلی ہے مہر بلب غم سے گل دریدہ قبا
ملا ہر ایک چمن زادہ سوگوار مجھے

کبھی حرم میں خدایا کبھی کلیسا میں
کہاں کہاں نہ گیا لے کے انتشار مجھے

شرار شعلہ صبا برق بوئے گل شبنم
چمن میں سب نظر آتے ہیں بیقرار مجھے

غلط روی بھی زمانے میں عام ہے رہبر
دلیل رہروِ منزل نہیں غبار مجھے

○

تہذیب و شرافت کا نگہباں نہیں دیکھا
انساں کو بجا طور پہ انساں نہیں دیکھا

روتے ہوئے دیکھا ہے بہت حالِ چمن پر
شبنم کو مگر چاکِ گریباں نہیں دیکھا

محروم ہے دل شمعِ تصور کی ضیا سے
مدت ہوئی اس گھر کو چراغاں نہیں دیکھا

ہم دیکھ لیے ہوتے تو کیا ہوش میں ہوتے
سچ ہے کہ ابھی جلوۂ جاناں نہیں دیکھا

میں ہی نہ رہا میکدۂ دہر میں ممتاز
ساقی کو بھی انگشتِ بدنداں نہیں دیکھا

آ آ کے بتدریج ڈراتے ہیں حوادث
معلوم یہ ہوتا ہے کہ طوفاں نہیں دیکھا

کیفیتِ گیسوئے جہاں پوچھنے والو!
کیا تم نے کبھی خوابِ پریشاں نہیں دیکھا

کرتے گئے ہم تنگیٔ داماں کے حوالے
جس تار کو شایانِ گریباں نہیں دیکھا
آجائیں سبھی راہ پہ ممکن نہیں رہبرؔ
انساں کو خیالات میں یکساں نہیں دیکھا

○

تقدیس وفا کے سانچے میں ڈھلتے ہیں جو انساں اور بھی ہیں
کیوں چرخِ ستم سے باز آئے شائستہ حرماں اور بھی ہیں
قسمت کا گلہ کرنے والے اے گردشِ دوراں اور بھی ہیں
کچھ ہم ہی نہیں اس دنیا میں حیران و پریشاں اور بھی ہیں
گل چاک جگر، مغموم کلی، گلشن ہے کہ محفل ماتم کی
تر دیدۂ شبنم تو ہے ہی آمادۂ گریاں اور بھی ہیں
کافور سکونِ قلب وجگر بے کیف سی امیدوں کی سحر
کتنے ہی بساطِ ہستی پر اجزائے پریشاں اور بھی ہیں
تا حشر نہیں کیا آنے کی پروازِ ہوس میں کوتاہی
دل کے بہت ارماں نکلے بھی دل میں بہت ارماں اور بھی ہیں
اوقات بقائے ہستی کے ہیں چار ہی دن کے مشکل سے
دو روز بسر کر لی ہم نے دو روز کے مہماں اور بھی ہیں
اے نجد کی وحشت خیز زمیں مجنوں ہی پہ کچھ موقوف نہیں
خوں کردہ جگر دیوانوں سے آباد بیاباں اور بھی ہیں
رہبرؔ ہی نہیں اک گرم سفر آثار و نشاں سے ظاہر ہے
راہوں میں تری چلنے والے اے منزلِ جاناں اور بھی ہیں

○

صیّاد کبھی آیا بجلی کبھی لہرائی
گلشن کی فضا دم بھر بلبل کو نہ راس آئی

کی عیسیِٰ دوراں نے ہر چند مسیحائی　　بیمارِ غمِ دل نے لیکن نہ شفا پائی
قسمت میں بہرصورت ہے روز کی تنہائی　　دن حشر کا آ پہنچا تم آئے نہ موت آئی
روشن ہے زمانے میں خورشید جنوں ایسا　　تنویر بداماں ہے ہر ذرۂ صحرائی
کچھ شمعِ فروزاں کی تقصیر نہیں اس میں　　پروانہ کو محفل میں لائی تو قضا لائی
ناصر * نے جلا بخشی اقوام پرستی کو　　کعبے سے ہوا صادر پیغامِ کلیسائی
اے عہدِ الست اب بھی ہے قدر تری دل میں　　میں جرم سمجھتا ہوں در در کی جبیں سائی
تقسیم ہوا گلشن جب وقتِ بہار آیا　　لوٹے گئے ہم یارب! منزل جو قریب آئی
طوفاں میں رہا جب تک احساسِ خودی مجھ کو　　کشتی مری ساحل تک جا جا کے پلٹ آئی
پایا ہے عزائم سے جب دل کو تہی میں نے　　پاؤں میں غلامی کی زنجیر نظر آئی

اس رند کی قسمت پر روتی ہے گھٹا جس نے
جب وقتِ بہار آیا پینے کی قسم کھائی

○

سحر نقاب کشا گو مدام ہوتی ہے
نگاہِ شوق مگر تشنہ کام ہوتی ہے

یقین و عزم جہاں استوار بنتے ہیں　　اسی مکان کی دیوار خام ہوتی ہے

---

* جمال عبدالناصر

عمرؓ کے ہاتھ کی تلوار ہے زباں میری
جو فیصلے کے لیے بے نیام ہوتی ہے
وہی سمجھتی ہے بلبل مری پریشانی
قفس سے چھوٹ کے جو زیرِ دام ہوتی ہے
اُبھر کے بیٹھ گئے اشہبِ قلم کتنے
غزل کی راہ بمشکل تمام ہوتی ہے
اسے پسند نہیں گل کی چاک دامانی
کلی اگرچہ طبیعت کی خام ہوتی ہے

○

سرچشمہ یوں تو لطف کا ہندوستاں ہے اب
ہر گوشۂ حیات مگر خونچکاں ہے اب
لاتی نہیں حصارِ تصور میں راہِ شوق
گویا شکستہ پا مری طبعِ رواں ہے اب
کیفِ نشاط پردۂ غم میں نہاں ہے اب
موہوم سا بہار کا نام ونشاں ہے اب
تیرِ ستم کی زد میں ہے دل اب تو ہر گھڑی
زخموں کو اندمال کی فرصت کہاں ہے اب
دامن ہے آرزوؤں کا شرمندۂ شفق
آنکھوں سے آنسوؤں کی جگہ خوں رواں ہے اب
گلِ مضمحل، عتاب سے کلیوں کے بند منہ
افسردگی ہر اہلِ چمن سے عیاں ہے اب
رہبرؔ دلوں میں جذبۂ منزل نہیں رہا
بے سود شورشِ جرسِ کارواں ہے اب

○

اک شوخ بے حجاب خراماں ابھی تو ہے
دل بستگی کا خیر یہ ساماں ابھی تو ہے
غرقابیٔ سفینہ کا امکاں ابھی تو ہے
ساحل کے آس پاس بھی طوفاں ابھی تو ہے
دل فیضیابِ لذتِ گریاں ابھی تو ہے
آنکھوں میں سیلِ اشک نمایاں ابھی تو ہے

صدیاں گزر گئیں نہ کھلا رازِ ارتقا — عالم تمام سر بگریباں ابھی تو ہے
ایسا نہیں کہ ہوگئی معدوم راستی — جو شے تھی اپنی شان کے شایاں ابھی تو ہے
رازِ طلسمِ وعدہ کھلا ہی نہ آج تک — انساں فریب خوردۂ انساں ابھی تو ہے
رہبر رہِ سخن کے سفر ہی کیا کیے — دلبستگی کا خیر یہ ساماں ابھی تو ہے

○

پیرو تھا میں جب تک نگہِ فتنہ نگر کا
ہر خیر میں پہلو نظر آیا مجھے شر کا

اندیشہ رہِ عشق میں ہے جی کے ضرر کا — بھولے سے بھی کوئی نہ کرے قصد اِدھر کا
مقصود پئے عزتِ دنیا ہے سفر کا — منزل ہے کدھر راہرو رُخ ہے کدھر کا
انسان ترس جاتے ہیں لمحاتِ سکوں کو — آرائشِ عالم کا جنوں درد ہے سر کا
اک غیرت خورشید کی ہے ذرّہ نوازی — ہر ذرّہ ستارا ہے مری راہگزر کا
افلاس کے مارے ہوئے انسان کی امید — پیوند ہے اک شام کے دامن میں سحر کا
زنجیر سیاست میں ہیں جکڑے ہوئے لاکھوں — کیا درد میں حصّہ نہ رہا نوعِ بشر کا
رشکِ مہ و خورشید ہے رہبر مری منزل — ہر ذرّہ ستارا ہے مری راہگزر کا

○

زندگی حاصل ہوئی خود کو فنا کرنے کے بعد
یہ تماشا دیکھتے مَیں جی اٹھا مرنے کے بعد
طوق زنجیر و سلاسل کے سوا کچھ بھی نہیں
موت ہی آتی ہے آگے موت سے ڈرنے کے بعد

حرمتیں روتی ہیں اس پر جادۂ منزل میں خوں
کارواں لُٹ جائے جس کا دوقدم دھرنے کے بعد
یوں فلک ہے ان دنوں آمادۂ مشقِ ستم
زخم صد درماں طلب ہیں زخم اک بھرنے کے بعد
اک نگاہ قہر ساماں ہے پرِ پرواز پر
ہمکنارِ موت ہوں گلچیں کا دم بھرنے کے بعد
نقشِ دل رہبرؔ ہمہ اوقات ہونا چاہیے
کیا ضرورت پیش آتی ہے سفر کرنے کے بعد

○

نایاب جنسِ درد ہے پاسِ وفا نہیں
دنیا میں جیسے اب کوئی انساں رہا نہیں
کوئی سوال ہی نہیں غم کا بہار میں
پھر بھی گلوں کے تن پہ سلامت قبا نہیں
فرعون کر گیا یہ دمِ نزع فیصلہ
پانی میں ڈوب جائے، تو ہرگز خدا نہیں
حائل ہی رہ گئی رہِ اخلاص میں ہوس
پتھر یہ راستے سے ہٹائے ہٹا نہیں
شہرت سے بعد مرگ بھی حاصل ہے زندگی
جانباز آدمی کی قضا بھی قضا نہیں
لغزش کو انفعال سے رکھنا علاحدہ
سچ پوچھیے تو شیوۂ اہلِ وفا نہیں
زیبا نہیں یہاں سے اٹھے شور العطش
ساقی یہ بزمِ مَے ہے کوئی کربلا نہیں
رکھتا ہے توشۂ سفرِ آخرت کی فکر
رہبرؔ اگرچہ متقی و پارسا نہیں

○

کیفیت تھی یہ شدتِ غم کی
ڈبڈبا آئی آنکھ شبنم کی

ہم کو سوجھی رفاہِ عالم کی — ہر خوشی نذر ہوگئی غم کی
زندگی تو ملے کوئی دم کی — ہم الٹ دیں بساط عالم کی
ہر کسی کا ہے چاک پیراہن — حد نہیں کچھ گلوں کے ماتم کی
زندگی کی بسر خموشی میں — کی جہاں بات بھی بہت کم کی
کر لیا چاند کا سفر ہم نے — یہ اعانت ہے عزمِ محکم کی
شکل اپنی نظر نہیں آتی — روشنی میں بیاضِ عالم کی
چاہتا بھی ہے کون سنّاٹا — کیا ضرورت ہے امنِ عالم کی
ضرب کاری سے نشترِ غم کی — یاد بس رہ گئی ہے مرہم کی

کر کے بند آنکھ راہ چل رہبؔر
یہ روِش ہے جناب عالم کی

○

ہوش اظہار کا نہیں ہوتا
جی میں ہونے کو کیا نہیں ہوتا

درد جب تک عطا نہیں ہوتا — آدمی کام کا نہیں ہوتا
چاہتا ہے تو کیا نہیں ہوتا — وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا
حاصل لم یلد و لم یولد — ایک سے دو خدا نہیں ہوتا

علم وفضل وکمال سے عاری　　نسخۂ کیمیا نہیں ہوتا
کیا خبر غیر کی بسا اوقات　　آپ اپنا پتا نہیں ہوتا
میں ہی دھوکے میں آ گیا ورنہ　　مجھ کو دھوکا دیا نہیں جاتا
غم چمن سے گیا نہیں ورنہ　　گل دریدہ قبا نہیں ہوتا
یہ نہ کہیے کہ بس کی بات نہیں　　حوصلہ ہو تو کیا نہیں ہوتا
ہو ہی جاتے ہیں تہ نشیں بیڑے　　ناخدا کچھ خدا نہیں ہوتا
فقر منزل وہ ہے جہاں رہبر
آشنا آشنا نہیں ہوتا

○

جب تہی دست و تہی داماں چلے جاتے ہیں لوگ
اس جہانِ رنگ و بو میں کس لیے آتے ہیں لوگ
زندگی کو جب حدِ تمثیل میں لاتے ہیں لوگ
چلتے چلتے پیڑ کے نیچے ٹھہر جاتے ہیں لوگ
خودکشی کے فن سے بھی کیا آدمی واقف نہیں
کس لیے آگے کسی کے ہاتھ پھیلاتے ہیں لوگ
خشک ہونٹوں سے لگا رکھا ہے خالی جام کو
مے نہیں حاصل تو یونہی جی کو بہلاتے ہیں لوگ
سر پٹک کر ہوگئی خاموش خود موجِ بلا
ہم نہ کہتے تھے عبث طوفاں سے گھبراتے ہیں لوگ

○

سامانِ صد وقار کیے جارہا ہوں میں
خود کو بڑا شمار کیے جا رہا ہوں میں

اظہارِ اضطرار کیے جارہا ہوں میں
دامن کو تار تار کیے جارہا ہوں میں

رنگینیٔ بہارِ چمن سے غرض نہیں
بستی کو لالہ زار کیے جا رہا ہوں میں

ہے نیستی بھی جیسے شئےِ غیر معتبر
ہستی کا اعتبار کیے جا رہا ہوں میں

باطل سے جنگ موجِ حوادث سے چھیڑ چھاڑ
دو کام شاندار کیے جارہا ہوں میں

اعلان لاشریک لہٗ سے جھجھک نہیں
روزانہ پانچ بار کیے جا رہا ہوں میں

صنفِ سخن کو سونپ کے جدت طرازیاں
تشکیلِ یادگار کیے جا رہا ہوں میں

دیتا ہوں ہر کسی کو سبق دوڑ دھوپ کا
افلاس کا شکار کیے جارہا ہوں میں

کرتا ہوں جمع خانۂ دل میں متاعِ غم
اپنے کو مالدار کیے جارہا ہوں میں

کرنا ہے ذبح اور اسیرانِ دام کو
چاقو کی تیز دھار کیے جارہا ہوں میں

رہبرؔ کہاں وہ راہ کی حد تعینات
ترمیم بے شمار کیے جارہا ہوں میں

○

ملتفت گردشِ ایام ہوئی جاتی ہے
زندگی فلسفۂ جام ہوئی جاتی ہے

منتشر زلفِ سیہ فام ہوئی جاتی ہے
شام کا وقت نہیں شام ہوئی جاتی ہے

گمرہی عام نہ تھی عام ہوئی جاتی ہے
زندگی موت کا پیغام ہوئی جاتی ہے

جوشِ نفرت ہے بہم رو بترقی یارب!
قوم بیگانۂ انجام ہوئی جاتی ہے

ہر نفسِ نظمِ جہاں کو ہے تغیر درپیش اک نئی صبح نئی شام ہوئی جاتی ہے
جذبہ و جوش نہیں رہرؤوں میں رہبر دور منزل ہے بہت شام ہوئی جاتی ہے

○

فضا کو بزمِ معطر بنا گیا ہی نہیں
''چلا جو قافلۂ گل تو پھر رُکا ہی نہیں''

نظر نواز و تماشائے دل بنا ہی نہیں کنول کا پھول ابھی جھیل میں کھلا ہی نہیں
اٹھائے دوش پہ مشکیزہ نہر بول اٹھی میں ایک صرف سکوں بخشِ پارسا ہی نہیں
چلا ہے لے کے جنازہ جوان بیٹے کا شریکِ محفلِ غم جو کبھی ہوا ہی نہیں
سکون و امن کو بیچا سراہنے والو! غلط ہے آپ نے اخبارِ نو پڑھا ہی نہیں
صدائے حق کے عوض دی گئی ہمیں پھانسی نظامِ دہر کا تیور بدل گیا ہی نہیں
رہا ہے پیش ضیافت میں پھول گوبھی کا برادری میں یہ اپنی بہت بڑا ہی نہیں
عطیہ حق کا گہر پیش کر رہے ہیں صدف شکم میں بحر سے پانی بھرا ہوا ہی نہیں
منا رہے ہیں چمن میں خوشی ہم اے رہبر گلوں کے تن پہ سلامت عبا قبا ہی نہیں

○

چین سے رہ سکے نہ ہم گلشنِ روزگار میں
آتشِ گل دہک اٹھی آگ لگی بہار میں

آنکھ کھلی کہ کچھ نہ تھا عالمِ سحر کار میں موت نے جب سُلا دیا خوابگۂ مزار میں
اُف رے جنونِ میکشی دورِ خزاں میں آج بھی بات رہی بہار کی حلقۂ بادہ خوار میں
غنچۂ دل کھلا نہیں مے سے دل آشنا نہیں مست ابھی فضا نہیں رنگ نہیں بہار میں

عالمِ ہست و بود میں دخل ہے امتیاز کا　　فرق نہ ہو جو یہ نہ ہو گلشن و خارزار میں
چرخِ ستم شعار کی کم نہیں کچھ عنایتیں　　غم وہ دے کہ تا ابد آ نہ سکیں شمار میں

رہبرِ منزل آشنا ان کو بھی ساتھ لے کے چل
اور بھی ہیں رواں دواں قافلے رہگزار میں

○

لطف سے ہے گردشِ ایام کے
ہاتھ میں شمشیر، بدلے جام کے

دیکھتے ہی ساقیٔ گلفام کے　　کر دیے رندوں نے ٹکڑے جام کے
کچھ اسیری ہی نہیں وجہِ خلش　　دل بھی ٹوٹے ہیں اسیرِ دام کے
دل کی بے پایاں ضیافت کے لیے　　درد و غم ہیں مختلف اقسام کے
چاند سے بھی تیری منزل دور ہے　　اے مسافر چرخ نیلی فام کے
بند ہی جب ہو گیا بابِ اثر　　آہ و فریاد و فغاں کس کام کے
میرے ہی دم سے غرض آباد ہیں　　راستے رہبر رفاہِ عام کے

○

فکرِ معاش و ناموری عام ہوگئی
دنیا کچھ اور خوگرِ آلام ہوگئی

شاید نگاہِ گردشِ ایام ہوگئی　　تدبیر جو بھی کی گئی ناکام ہوگئی
حالانکہ عافیت کا سبق دے رہا تھا میں　　دنیا تمام دشمنِ اسلام ہوگئی

اس سعیِ بیکراں پہ خدا یاد آ گیا
امید کے خلاف جو ناکام ہوگئی

تردید اشتراک کا الٹا پڑا اثر
لوگوں میں اور کثرتِ اوہام ہوگئی

ہاتھوں میں تھام تھام کے منہ سے لگا لیا
جو شے مرے قریب ہوئی جام ہوگئی

کہنا کسی کی شعلہ بیانی پہ شاد باش
اچھی بھی ہم کہیں تو وہ الزام ہوگئی

تا آنکہ سربلند ہے قائم ہے روشنی
سجدے میں آفتاب گیا شام ہوگئی

سوچا کہیں نہ آتشِ گل لہلہا اُٹھے
موجِ نسیمِ صبح سبک گام ہوگئی

بیٹھے جہاں، بغیر اٹھائے نہ اٹھ سکے
بے ہمتی بھی دردِ تہِ جام ہوگئی

تشریحِ زندگی ہے بالفاظِ مختصر
اچھی طرح سحر نہ ہوئی شام ہوگئی

دم بھر سکوں سے کر نہ سکے زندگی بسر
عمرِ عزیز اپنی محض جام ہوگئی

مفہوم اور کچھ تو نہیں ذکرِ خیر کے
کب سے دعا لغات میں دشنام ہوگئی

جنسِ گہر سے دامنِ غوّاص بھر گیا
مردانگی بصورتِ انعام ہوگئی

رہبرؔ کیا کیے رہ و منزل پہ گفتگو
صنفِ سخن مفکرِ اسلام ہوگئی

○

تو درپئے آزار ہے مصروفِ ستم ہے
ناچیز پہ احساں ہے نوازش ہے کرم ہے

دل میں کبھی حسرت کبھی ارماں کبھی غم ہے
مہمان نوازی سے مرا ناک میں دم ہے

ہر در پہ جبیں چند ٹکوں کے لیے خم ہے
پاس اپنی شرافت کا ہے انسان کو نہ غم ہے

اصنام کے قدموں پہ جبیں گستر و خم ہے
بتخانے میں وابستۂ دامانِ حرم ہے

امید ہبل سے ہے عبث صف شکنی کی
اس سنگ تراشیدہ کا سر خود ہی قلم ہے

عالم ہے بدستور مری بادہ کشی کا
ساقی کی نظر مجھ پہ زیادہ ہے، نہ کم ہے
یہ ظرف کی باتیں ہیں کہ یکساں نہیں نالے
دریا میں کہیں شور زیادہ کہیں کم ہے
عصیاں کے سبب رزق سے کرتا نہیں محروم
اللہ کا بندوں پہ بڑا فضل و کرم ہے
صہبا کا بھی شیشے میں وہی حال ہے ساقی
سمجھا تھا میں اب تک کہ فقط عمر ہی کم ہے
خالق نے مجھے درد کی لذت سے نوازا
جتنا بھی کروں ناز میں اس چیز پہ کم ہے
ہے شاہدِ مقصود کے جلووں میں نظر گم
اتنا بھی کسے ہوش عجم ہے کہ عرب ہے
صورت نظر آتی نہیں گلپوش فضا کی
گلزار ہے یا حلقۂ اربابِ قلم ہے
اک مرحلہ ہے، پیرہن و دستِ جنوں کا
مابین فریقین کے دیوانہ حکم ہے
پینے کے لیے صرف ہے خونِ جگر اپنا
کھانے کے لیے مجھ کو ترے سر کی قسم ہے
ہر ایک سے رہبر نے طلب کی ہے معافی
اب اس کو خیالِ سفرِ ملکِ عدم ہے

○

شوقِ اظہار میں الفاظ کی بارش تو نہ تھی
کچھ مری آپ سے پُر زور گزارش تو نہ تھی
صحنِ گلزار میں دانوں کی نمائش تو نہ تھی
یہ بھی صیاد کی سازش تھی نوازش تو نہ تھی
یوں نگاہِ غلط انداز کی کاوِش تو نہ تھی
آپ کی مجھ پہ کبھی ایسی نوازش تو نہ تھی
یاد وعدے کی دِلائی تو بُرا مان گئے
آپ سے کوئی حیا سوز گزارش تو نہ تھی
تو بھی خاموش رہا پا کے تہِ دام ہمیں
باغباں! متفقہ طور پہ سازش تو نہ تھی
ایک لمحہ بھی سکوں سے نہ رہے گلشن میں
زندگی پھر بھی گلہ مندِ رہائش تو نہ تھی

پھر مذاقِ ادب اردو نے اُبھارا ورنہ　　طائرِ فکر کو پرواز کی خواہش تو نہ تھی
سرخرو آپ بنیں قوم فروشی کرکے　　سرفروشی مری شایانِ ستائش تو نہ تھی
جذبہ ایثار کا بخشا تھا جنوں نے رہبر
جنسِ نایاب عطا کردۂ دانش تو نہ تھی

○

خوب لوگوں نے تنِ زار کو مارے پتھر
دیکھتے رہ گئے ہم آنکھ پسارے پتھر
سینۂ سخت میں رکھتے ہیں شرارے پتھر　　ہوں نہ افلاک کے ٹوٹے ہوئے تارے پتھر
پوچھنے کی بھی یہ جرأت نہیں دیوانے کو　　تم نے کس جرم کی پاداش میں مارے پتھر
جھکتی جاتی ہے پئے سجدہ جبینِ عالم　　آزرِ وقت نے کیا خوب سنوارے پتھر
بوالہوس نے انہیں معبود بنا رکھا ہے　　پھینک آئے تھے جو دنیا کے کنارے پتھر
ہاتھ پھیلائیں نہ ہرگز بھی کسی کے آگے　　باندھ لیں پیٹ پہ افلاس کے مارے پتھر
مرحمت کرتے ہیں البتہ خدا بیزاری　　کام آتے ہیں تمہارے نہ ہمارے پتھر
غم نہیں کچھ سفرِ راہِ جنوں میں رہبر
پھول برسائے جہاں یا مجھے مارے پتھر

○

ڈالی نظر کسی نے جو رُخ اپنا موڑ کے
سمجھا دیا حساب تمنا کا جوڑ کے
حسرت خموش، درد خموش، آرزو خموش　　ساتھی غمِ نہاں کو ملے جوڑ توڑ کے

تحریر کو نگاہ میں رکھتے ہیں یا نہیں؟ رکھ تو لیا ہے جیب میں کاغذ کو موڑ کے
جی چاہتا ہے کردیں حوالے کسی کے ہم دامانِ غم سے خونِ تمنا نچوڑ کے
گلگشتِ بوستاں کی اجازت نہیں اگر گھر کو چمن بنایئے سر پھوڑ پھوڑ کے
رہبر چلے چلو رہِ منزل میں صف بصف
گو میرِ کارواں نہ چلے ساتھ جوڑ کے

○

رُسوا ، ذلیل، وحشی و دیوانہ کردیا
عشقِ جنوں نواز نے کیا کیا نہ کردیا
رحمت پہ جس کو ناز رہا روزِ اولیں حق نے اُسے حوالۂ میخانہ کردیا
ساقی نے بھر کے جام میں موجِ مئے نشاط آلامِ روزگار سے بیگانہ کردیا
دل میں بتوں کو بندۂ مومن نے دی جگہ شیخِ حرم نے کعبہ کو بتخانہ کردیا
زاہد کو غرق بادہ و پیمانہ کردیا تو نے کمال نرگس مستانہ کردیا
آزاد ہم حدودِ چمن میں تھے لیکن آہ!
تو نے اسیر اے ہوسِ دانہ کردیا

○

جب کبھی زیرِ غور آیا دل غنچۂ ناشگفتہ ٹھہرا دل
فکر کو روشنی نہیں ملتی ہے کچھ ایسا بجھا بجھا سا دل
ہمصفیرو! یہ فصلِ گل کیسی محورِ غم بنا ہے اپنا دل
جس قدر پیجئے پلاتا ہے خوب ساقی ملا ہے دریا دل
عہد و پیماں کو توڑنے والے تو نے دراصل توڑ ڈالا دل

آہ! دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے
عشق میں کیسی آنکھ کیسا دل

جلوۂ روئے حق کا آئینہ
ہے حقیقت میں پارسا کا دل

غم کی روداد پوچھنے والے!
پہلے ہاتھوں سے تھام لینا دل

آخرکار ضبط ہو نہ سکا
ہم نے سو سو طرح سنبھالا دل

عشق کی رہگزر میں اے رہبر
ہے ازل ہی سے جادہ پیما دل

○

وفا سرشت باندازۂ گماں نہ ملا
سخن طراز عناصر کی ہاں میں ہاں نہ ملا

غم و الم ہی ملے خندۂ دہاں نہ ملا
فلاں فلاں تو رہے ساتھ ہی فلاں نہ ملا

علوئے مرتبت خلد آشیاں نہ ملا
مری حیات کو پیغامِ جاوداں نہ ملا

وفا کو جب کوئی عنوانِ داستاں نہ ملا
وطن کی گود میں عبد الحمید خاں نہ ملا

نہیں حوادثِ طوفاں سے بے خبر لیکن
مزاج دانِ تلاطم جہازراں نہ ملا

ہے میرے درپئے آزار کس قدر دنیا
''قفس سے چھوٹ کے آئے تو آشیاں نہ ملا''

ہر آڑے وقت پہ آیا مزاج پرسی کو
تخم آشنائے محبت کہاں کہاں نہ ملا

رہا ہمیشہ رہِ حق پہ گامزن رہبر
کہ زندگی میں کبھی مطلق العناں نہ ملا

○

لب پہ اظہارِ الم، جوشِ مسرت دل میں ہے
دیکھنے والے سمجھتے ہیں مجھے مشکل میں ہے

زندگی گرمِ سفر اب آخری منزل میں ہے
کوچۂ قاتل میں ہوں خنجر کفِ قاتل میں ہے

نقل و حرکت ہی میں ہے مضمر بقائے زندگی
یوں تو موجوں کو سکوں گہوارۂ ساحل میں ہے

دے کے آزادی چمن میں برق کو صیاد کو
صرف بلبل ہی نہیں خود باغباں مشکل میں ہے

حسرتِ دیدار، شوقِ جلوہ، ذوقِ جستجو
ایک عالم آرزوؤں کا حصارِ دل میں ہے

مردِ مومن ہوں سرِ مو بھی تغیر کیا سبب
ہے وہی سب کچھ زباں پر ہو بہو جو دل میں ہے

عشق میں باہم ہوا کرتی ہے دل کو دل سے راہ
ان کے دل میں بھی وہی ہوگا جو مرے دل میں ہے

حوصلہ پینے کا مجھ سے پیرِ میخانہ نہ پوچھ
آسماں میں بھی نہیں وسعت جو میرے دل میں ہے

شمع پروانوں کو درسِ زندگی دیتی رہی
ہم یہی سمجھے کہ بس اک روشنی محفل میں ہے

عرض میں نے ہی نہ کی کچھ تو یہ ہے میری خطا
وہ تو کہتے ہی رہے فرمایئے کیا دل میں ہے

ہمکنارِ آشیاں ہے پھر نظر صیاد کی
ہمصفیر و! پھر چمن کی زندگی مشکل میں ہے

ہیں اسی شے کے مطابق آگے پیچھے کارواں
حوصلہ جتنا جسے رہبؔر رہِ منزل میں ہے

-------❖-------

متفرق نظمیں

میں کوئی شاعر نہیں

شعر وہ پیدا کریں جو دین وایماں میں خلل
سن کے آتا ہے مری فطرت کی پیشانی پہ بل
فحش گوئی ہے پسندِ عام انساں آج کل
اور ایسی لعنتوں سے پاک ہے میری غزل
اس لیے ہوتے ہوئے بھی میں کوئی شاعر نہیں

پیش میں کرتا نہیں صورت دلِ صد چاک کی
ہجرِ جاناں، اشک ریزی دیدۂ نمناک کی
گاہے ماہے بات آتی ہے بتِ سفّاک کی
میرے نالے کم کیا کرتے ہیں سیر افلاک کی
اس لیے ہوتے ہوئے بھی میں کوئی شاعر نہیں

شاعری کو چاہیے نغمہ حقیقت ہو نہ ہو
معنویت، شعریت یا جاذبیت ہو نہ ہو
غم نہیں مضمون میں اعجازِ ندرت ہو نہ ہو
ایسی باتوں سے مجھے نفرت ہے شہرت ہو نہ ہو
اس لیے ہوتے ہوئے بھی میں کوئی شاعر نہیں

شعر کی کثرت بیانی پر فراوانی پر ناز
بحرِ بے پایاں کو جیسے اپنی طغیانی پہ ناز
فنِ شعری وخوش اسلوبی، زباں دانی پہ ناز
مجھ کو ہوتا ہی نہیں اے دوست نادانی پہ ناز
اس لیے ہوتے ہوئے بھی میں کوئی شاعر نہیں

تیز گامی میری فطرت میں نہ میری خو میں ہے
اشہبِ دیوانگیِ شاعری قابو میں ہے
شعریت لیکن مرے اشعار کے پہلو میں ہے
مشک کی بو جیسے پنہاں نافۂ آہو میں ہے
اس لیے ہوتے ہوئے بھی میں کوئی شاعر نہیں

مجھ سے ہے آباد اک حد تک خدا خانے کی راہ
شمع کی لو تک ہے بس محدود پروانے کی راہ
خار ساماں ہے مرے نزدیک میخانے کی راہ
ہے جدا ادراک کی راہوں سے دیوانے کی راہ
اس لیے ہوتے ہوئے بھی میں کوئی شاعر نہیں

جانتا پہچانتا ہوں گردشِ دوراں کو میں
خانۂ دل میں جگہ دیتا ہوں اس مہماں کو میں
پیش کرتا ہوں ضیافت میں تنِ بیجاں کو میں
حال یہ ہے رو رہا ہوں جنبشِ مژگاں کو میں
اس لیے ہوتے ہوئے بھی میں کوئی شاعر نہیں

درد و غم کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہوں
جس میں ہو الجھا وہی الجھا وہ تقدیر ہوں
فہم ہو جس کے لیے درکار وہ تحریر ہوں
بات یہ ہے بے نیازِ شہرت و تشہیر ہوں
اس لیے ہوتے ہوئے بھی میں کوئی شاعر نہیں

یاد رکھیں پیروانِ صاحبِ خلقِ عظیم
میں ہوں رہبؔر جادہ پیمائے صراطِ مستقیم
جان کر اسلاف کی ذی جاہ پوشاک قدیم
کرتہ سے تہبند سے مانوس ہے طبعِ سلیم
اس لیے ہوتے ہوئے بھی میں کوئی شاعر نہیں

اردو زباں

قمری و بلبل کا اسلوبِ بیاں اردو زباں
دلکش آوازِ خرامِ مہوشاں اردو زباں

فخرِ قوم و نازشِ ہندوستاں اردو زباں
ملکۂ عالم دلوں کی حکمراں اردو زباں
بحرِ حکمت کی صدف کا بے بہا درِّ یتیم
قلزمِ افکار کی موجِ رواں اردو زباں
محرمِ گل رازدارِ بو ، تلوّن آشنا
نو بہارِ باغ کا دلکش سماں اردو زباں
ارتباطِ شعلہ و شبنم کا معمارِ حسیں
ہندو مسلم کے دلوں کی ترجماں اردو زباں
قندِ پارس کی وہاں اب گرم بازاری نہیں
غیرتِ شہد و شکر پہونچی جہاں اردو زباں
نقشِ دل ہیں شاعرِ مشرق سے لے کر تا ولؔی
ہم نشیں ہے وجہِ یادِ رفتگاں اردو زباں

اس کی ہے موسیقیت اہلِ قلم کی زندگی
شاعر و فنکار کی نبضِ رواں اردو زباں

تازگی بخشِ جنوں نکہت نوازِ مستقل
حسنِ فطرت کی بہارِ بے خزاں اردو زباں

جادہ پیمائے حقیقت کی رفیقِ رہگزر
منزلِ عرفاں کی رہبر سارباں اردو زباں

○

ہر جنبش لب سے صادر ہو پاکیزہ کلام الا اللہ
آ جائے بروکار اگر تحریک پیام الا اللہ

آباد رہیں گے مے خانے پیتے ہی رہیں گے دیوانے
گردش ہی میں رہتی دنیا تک رہ جائے گا جام الا اللہ

منشائے الٰہی تھا کہ اسے محفوظ بہر حالت رکھے
دل بندۂ مومن کا ٹھہرا مخصوص مقام الا اللہ

انسان سے نفرت کیا جانیں مومن ہیں شرارت کیا جانیں
ہم جان کا سودا کرتے ہیں البتہ بنام الا اللہ

خاشاک نہ جان اے عصر رواں الحاد پرستی کے طوفاں
نادان کتاب ہستی پر ہے ثبت دوام الا اللہ

ہم اس کی اشاعت میں رہبر کرتے تھے کبھی دن رات سفر
ہر صبح تھی صبح الا اللہ ہر شام تھی شام الا اللہ

○

نقشِ پا سے متصل تھی قیصریت یاد ہے
فخرِ موجودات کی وہ شان وشوکت یاد ہے

مشرکین قہر ساماں کی شرارت یاد ہے
رافت ورحمت کے بدلے بربریت یاد ہے

لائقِ صد آفریں وہ باغِ ہستی کا نظام
غنچہ وگل سب کو ہنسنے کی اجازت یاد ہے

کشت زارِ نوعِ انسانی لہک اُٹھا بیک
گوہرافشانی تری اے ابرِ رحمت یاد ہے

خونِ دل سے گلشنِ اسلام کو سینچا گیا
اس بہارِ جانفزا کی وجہِ رنگت یاد ہے

بدر میں لائی تھی جن کو دینِ حق کی برتری
تین سو تیرہ کی اسلامی جماعت یاد ہے

نذرِ آتش طارقِ اعظم نے کرڈالا جہاز
مردِ میداں کی دلیری استقامت یاد ہے

سندھ پر لہرا گئے جھنڈا عرب صحرانشیں
دردِ ملت یاد ہے جوشِ حمیت یاد ہے

ناطقہ ہی بند فوراً کردیا بوجہل کا
وہ ابھی صدیقِ اکبر کی صداقت یاد ہے

زیبِ تن تھی جسمِ فاروقی پہ بوسیدہ قبا
بیشتر پیوند دورانِ خلافت یاد ہے

نقش ہے صدہا لدے غلے سے اونٹوں کی قطار
جامعِ قرآں کا وہ جوشِ سخاوت یاد ہے

توڑ پھینکا آہنی دروازہ کو بیساختہ
زورِ بازوئے علی خیبر کی بابت یاد ہے

جاں بحق تسلیم رہبرؔ ہوگئے راہوں میں ہم
دین کی تبلیغ وترویج واشاعت یاد ہے

○

افشائے راز ہو کے رہا کائنات میں
دیرینہ کشمکش تھی حیات وممات میں

کرتے ہیں جو شریک کسی کو خدا کے ساتھ
حرفِ غلط ہیں دفترِ اسلامیات میں

کہتے رہو ضرور ہدایت کو گمرہی
دن کو مگر شمار کیے جاؤ رات میں

اچھا، میاں بزرگ کو بخشا گیا مقام
وہ بھی خدا کی ذاتِ ستودہ صفات میں

رہبر نے راہِ صدق و وفا اختیار کی
کانٹا بنے رہے نگہَ کائنات میں

○

شرارتیں ہیں دلوں میں لبوں پہ حمد و درود
جہاں میں ایسے مسلماں ہیں بیشتر موجود
فقط تلاوتِ قرآں و پنجگانہ نماز　　خباثتوں پہ نظر کیجیے تو لامحدود
الٰہی پھر کوئی پیدا خلیل کر دیجے　　کہ ہو رہی ہے فلک بوس آتشِ نمرود
وہ جن کے سامنے جھکتا تھا سر زمانے کا　　وہ آج قدموں پہ اغیار کے ہیں سر بسجود
عوام کو رہِ ملّت سے روکنے والے　　مثال ہے ترے ایماں کی طائرِ مفقود
ریا نہیں ہے تو پھر کیا خلوصِ نیت ہے　　ہے ساتھ ساتھ مصلیٰ پئے قیام و سجود
مقامِ دل ہے کہ بغض و حسد کا گہوارہ
ہے السلام علیکم جناب کا بے سود

○

جوشِ عمل و جذبۂ ایثار کہاں ہے　　وابستگیٔ دامنِ کرّار کہاں ہے
تو خیمہ زنِ وادی و کہسار کہاں ہے　　پہلے کی طرح برسرِ پیکار کہاں ہے
اب تجھ کو مذاقِ رسن و دار کہاں ہے
اے مردِ مجاہد تری تلوار کہاں ہے
بجلی کی طرح جست لگاتی تھی جو رَن میں　　صد پیچ و خم آئے تھے نظر چشمِ زدن میں

ہوتا تھا دم اٹکا ہوا باطل کے دہن میں مجبور تھے منہ اپنا چھپانے پہ کفن میں
غزوات کی وہ جانِ ادا کار کہاں ہے
اے مردِ مجاہد تری تلوار کہاں ہے
جو قوت ابلیس کو پیغامِ فنا دے جو پیکر تہذیب و شرافت کو بقا دے
جو عفت و ناموس کو جینے کی ادا دے جو معصیتِ قلب کا ہر نقش مٹا دے
وہ جنس گرانمایۂ افکار کہاں ہے
اے مردِ مجاہد تری تلوار کہاں ہے
وہ تیری حرارت وہ تدبر و تفکر وہ تیرے کمالات کا اعجازِ تاثر
تھی چشمِ جہاں غوطہ زن بحر تحیر صد حیف کہ اب تو نظر آتا ہے تغیر
وہ سینۂ گنجینۂ انوار کہاں ہے
اے مردِ مجاہد تری تلوار کہاں ہے
پستی و بلندی کے حکایات فسانے ہیں سازِ تکلم کے شرانگیز ترانے
بھڑکائی ہے اس آگ کو نفرت کی ہوا نے پھر منسلکِ رشتہ ہوں تسبیح کے دانے
ایوانِ مساوات کا معمار کہاں ہے
اے مردِ مجاہد تری تلوار کہاں ہے
چاہیں تو سراسیمگی عام بدل دیں چاہیں تو ہمہ گیریٔ آلام بدل دیں
چاہیں تو نظامِ سحر و شام بدل دیں چاہیں تو رُخِ گردشِ ایام بدل دیں
خاصانِ خدا کے لیے دشوار کہاں ہے
اے مردِ مجاہد تری تلوار کہاں ہے

-------❖-------

توحید میں گنجائش اوہام نہیں ہے
یہ صبح وہ ہے جس کی کوئی شام نہیں ہے
ایسا تو نہیں مے نہیں یا جام نہیں ہے	ساقی کا محض لطف و کرم عام نہیں ہے
وحشت کی مکلّف ہوس خام نہیں ہے	یہ مرغ اسیر قفس و دام نہیں ہے
ہر نوعِ بشر خوگرِ آلام نہیں ہے	ایذا طلبی مشغلۂ عام نہیں ہے
وابستہ ہے ایثار سے جس کام کا آغاز	تاریک اس آغاز کا انجام نہیں ہے
رنگین دامان وفا خون سے لیکن	ایسا تو نہیں میرے سر الزام نہیں ہے
اوقات کی پابند نہیں مرگِ مفاجات	اس کے لیے قید سحر و شام نہیں ہے
ناپید ہیں پوشیدہ اشارات و کنایات	اب سلسلۂ نامہ و پیغام نہیں ہے
میں حرفِ غلط تو نہیں اے کاتبِ دوراں	کیوں صفحہ ہستی پہ مرا نام نہیں ہے
ہے بربط ہستی پہ خموشی کا تسلط	تارِ رگِ جاں لرزہ براندام نہیں ہے
لاتی ہے مری شامت اعمال تباہی
چرخ ستم ایجاد ترا کام نہیں ہے

بحرِ فکر و یاس میں ہے غرق انساں آج کل
ہو رہے ہیں رونما طوفاں ہی طوفاں آج کل
کوئی دم گردِ بیاباں کو سکوں حاصل نہیں	اشہبِ دیوانگی ہے گرم جولاں آج کل
ہو رہے ہیں نِت نئے انداز کے جور و ستم	گردشِ دوراں کا ہے احساں پہ احساں آج کل

سبزہ وگل میں ہے گویا کفر وایماں کا تضاد
پیرہن سے بھی نہیں وابستہ داماں آج کل

اوج پر ہے آج کل باشندۂ تحت الثریٰ
مور بے مایہ ہے ہمدوشِ سلیماں آج کل

ہوگئے دل کتنے یارب یاس کے ہاتھوں تباہ
کتنے شہر آرزو برباد و ویراں آج کل

جو تصور میں نہیں لاتے قیامت کا وجود
دیکھ لیں طرزِ خرام نو غزالاں آج کل

حوصلہ مت پوچھیے برقِ نشیمن سوز کا
ہر روِش ہے باغِ عالم کی چراغاں آج کل

منزل امن وسکوں کا تا کہ مل جائے سراغ
ہے صبا رفتار رہبؔر گرم جولاں آج کل

○

کیوں نہیں دامانِ ہستی لالہ زاروں کی طرح
پیش آتے ہیں حوادث بھی بہاروں کی طرح

سجدۂ پیہم سے خاک آلود رہتی تھی جبیں
مستقل روندے گئے ہم سبزہ زاروں کی طرح

غنچۂ نوخیز بھی نذرِ ستم ہوکر رہے
تھے جو آغوشِ چمن میں شیر خواروں کی طرح

ہمتِ مفلوج تھی درپیش دورانِ سفر
خاک کے ذرّات بھی چبھتے تھے خاروں کی طرح

حسنِ جاں افروز بھی ہے جلوہ ساماں چارسو
آفتابِ صبح کے زریں نظاروں کی طرح

کوئی طاقت لرزہ براندام کرسکتی نہیں
ہم ارادوں میں اگر ہیں کوہساروں کی طرح

شاہد مقصود کی رہبؔر تڑپ ہوتی اگر
خاک سے اوپر قدم ہوتے غباروں کی طرح

○

جز آستانِ خدا آستاں نہیں ملتا
ثبوتِ نص سے کوئی مہرباں نہیں ملتا

بڑے ہی لطف سے بہتے ہیں مل کے دو دریا
نظر کو آڑ کوئی درمیاں نہیں ملتا

کلام حق کے مطابق ہے حکم پیغمبر
بقدر اک سرِ مو فرق ہاں نہیں ملتا

عجب ہے سوزِ غمِ ہجرِ مصطفیٰ کے سبب
کہ آستین کو اشک رواں نہیں ملتا

زیارتِ شہِ والا سے بہرور ہوں میں
زمیں پہ میرے قدم کا نشاں نہیں ملتا

ضرور ارضِ مقدس کی سیر کی ہوگی
ترا دماغ تو اے آسماں نہیں ملتا

کلیم کرتے ہیں تخصیص طورِ سینا کی
فروغِ جلوۂ باری کہاں نہیں ملتا

شعورِ دیں سے نوازا جسے پیمبر نے
وہ ذکر غیر میں رطب اللساں نہیں ملتا

امیر قافلہ میر حجاز ہے رہبر
کبھی یہ سست قدم کارواں نہیں ملتا

-------❖-------

رُباعیات

○

دل رکھتے ہیں وحشی نہ جگر رکھتے ہیں
مسکن کہیں ہوتا ہے نہ گھر رکھتے ہیں
کچھ بھی نہیں رکھتے ہیں یہ مانا لیکن
نالوں میں قیامت کا اثر رکھتے ہیں

○

جب وقتِ سحر بہرِ اذاں اُٹھتا ہے
ہر مرغِ چمن گریہ کناں اٹھتا ہے
جاری ہے ابھی برقِ تپاں کی یورش
یوں ہی نہیں گلشن سے دھواں اُٹھتا ہے

○

پہچان سکے کوئی بشر کی صورت
ایسی تو نہیں قلب وجگر کی صورت
دیکھیں تو بڑی دور درندے بھاگیں
صد حیف یہ آدم کے پسر کی صورت

○

ہیں تابعِ شیطان، الٰہی توبہ
کچھ صاحبِ ایمان الٰہی توبہ
جو غیر خدا کو بھی خدا سمجھے ہیں
ایسے ہیں مسلمان الٰہی توبہ

○

ہنگامہ فزا کفر کا طوفاں کب تک
اسلام چراغِ تہِ داماں کب تک
اے خالقِ کونین خبر لے جلدی
آخر یہ مسلمان پریشاں کب تک

○

شیشے میں مئے ناب کہاں باقی ہے
آلودۂ غم لطف ترا ساقی ہے
بدعت کو بھی ہے درجۂ سنت حاصل
اب دین بھی خالص نہیں الحاقی ہے

○

اللہ رے دستور عملداری کا
اک جال ہے پھیلا ہوا عیاری کا
حق بات بھی کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے
ہو جائے نہ اعلان گرفتاری کا

○

دنیا کی دغا سے نہ بلا سے محروم
اک لمحہ نہیں جور و جفا سے محروم
محرومِ عنایات نہیں دل لیکن
ہے شیوۂ تسلیم و رضا سے محروم

○

دن رات عطا ہوتی ہے نعمت تیری
اے ذاتِ خدا ہم پہ یہ شفقت تیری
انساں کو کبھی دیکھ کے فاقوں سے نڈھال
آغوش میں لے لیتی ہے رحمت تیری

○

علّامہ جو اپنے کو رقم کرتے ہو
سر اپنی بلندی کا قلم کرتے ہو
اک جہل مرکب ہے نظر میں دنیا
عزت کو بڑھاتے ہو کہ کم کرتے ہو

○

جز رنگتِ گل حسنِ گلستاں کیسا
وہ قلب کی تفریح کا ساماں کیسا
افلاس کے ماروں کا ذرا درد نہیں
یہ حال ہے انساں کا تو انساں کیسا

○

کیوں شکوۂ ہر شام سویدا کیجے
کیوں آہ و بکا ہر روز ہویدا کیجے
جو سلسلۂ غم کی تلافی کردے
تدبیر کوئی سوچیے، پیدا کیجے

○

چاہے جو سنبھلنا تو سنبھل سکتا ہے
یا قعرِ مذلت سے نکل سکتا ہے
ہے دفترِ قانونِ خدا کی تحریر
چاہے جو بدلنا تو بدل سکتا ہے

○

برباد ہو جل جائے نشیمن چھوٹے
تفریح میسر نہ ہو گلشن چھوٹے
پروا نہیں ہو جسم سے گردن بھی جدا
پیغمبرِ اعظم کا نہ دامن چھوٹے

○

اوہامِ جنوں خیز کا خاصا درجہ
ہے قعرِ مذلت بہت اونچا درجہ
ایسا نہیں ہرگز تو بتاؤ کیوں کر
خود ساختہ بت پائے خدا کا درجہ

○

عورت نہیں بچے نہیں تنہائی ہے
عسرت نے نہ جانے کی قسم کھائی ہے
برباد ہوئے خوب تو سوجھی دل کو
شہرت کی ہوس باعثِ رسوائی ہے

○

ناقدر ہے غفلت میں ہے احساس نہیں
مذہب کا جسے درد نہیں پاس نہیں
اس گل کے مشابہ اسے سمجھو جس میں
رعنائی و رنگت نہیں، بو باس نہیں

○

مطلوب ہے شہرت تو اُبھرنا سیکھے
ہر راہِ مصائب سے گزرنا سیکھے
دیتا ہے یہی زندۂ جاوید سبق
انسان کو جینا ہے تو مرنا سیکھے

-------❖-------

قطعات

کورے ہی نظر آتے ہو ماحول میں دیں کے
ہاں شعبدہ بازی میں ہو البتہ دماغی
قرآن واحادیث سے ہوتا ہے یہ ثابت
تم پیروِ ابلیس ہو اسلام کے باغی

ہرگز نہ پاسکوگے جگہ اے منافقو!
اسلام کا ہے دائرہ مانا وسیع تر
دستور مختلف ہیں صداقت کے کذب کے
کیسے ہو شہرِ نور میں ظلمات کا گزر

انسانیت کا پاس نہ مذہب کا احترام
دشنام ہی پہ آگئے دشنام کے مریض
اچھا ہوا کہ جلد زباں بند ہوگئی
دو گھنٹے بولتے رہے سرسام کے مریض

کہنے کو خیر منہ میں زباں ہے کہو مگر
تم جس پہ گامزن ہو رہِ مصطفیٰ نہیں
کیوں آستانِ غیر پہ ہوتے ہو سجدہ ریز
معبود تو خدا کے سوا دوسرا نہیں

میں نے جو کہا میری سمجھ میں نہیں آتا
یہ کون درِ غیر پہ خم کردہ جبیں ہے
آواز یہ دی ہاتفِ غیبی نے فلک سے
اک شرک پسند احمق و بیگانۂ دیں ہے

تاریکیوں کو دل میں جگہ دی یہ ہوسکا
ایماں کی ایک شمع فروزاں نہ کرسکے
کافر بنا کے رکھ دیے مسلم عوام کو
پیدا جناب صرف مسلماں نہ کرسکے

کوئی سنتا نہیں اک قادرِ مطلق کے سوا
ہم بھی دیکھے ہیں بہت عرض وگزارش کرکے
تجربہ رکھتے ہیں صدیوں کا پرانا اے دوست
تین سو ساٹھ خداؤں کی پرستش کرکے

پیکر عفتِ مریم کی مثالی تصویر
متقی، روزہ کے پابند، نمازی معلوم
باوجود ایں ہمہ اوصافِ الٰہی توبہ
شیخ کی کثرتِ دشنام طرازی معلوم

○

انجم کوتاہ بیں نے کیوں مجھے جانا حقیر
کیا مرے ماتھے پہ ایماں کی درخشانی نہیں
ہوں تو اک ذرہ مگر رکھتا ہوں شاہانہ مزاج
مہر و مہ کی کب مرے قدموں پہ پیشانی نہیں

○

جزو ہستی کے ہیں بہم متضاد
جشنِ شادی کہیں، کہیں ماتم
ایک ہی وقت صحنِ گلشن میں
پھول ہنستے ہیں، روتی ہے شبنم

○

وصف خوئے آرسی در طبعِ من پیدا نہ شد
طاقتِ پرواز دارد گرچہ بازوئے تلمذ
ہست رہبرؔ فطرتِ من واقف رازِ خودی
تہ نکردم زیں سبب زنہار زانوئے تلمذ

○

حائلِ راہ سخن ہے اگر فکرِ معاش
شعر ہم اس لیے لکھنے کو تو کم لکھتے ہیں
لیکن اے وقت کے شاعر یہ تجھے یاد رہے
شعر کہتے ہیں جسے شعر وہ ہم لکھتے ہیں

○

گوشۂ قبر کرچکے آباد
یا بقید حیات ہیں ہم لوگ
جذبۂ پرسش ملال نہیں
کتنے بے التفات ہیں ہم لوگ

○

فتنہ جو، خود غرض، جفا پیشہ
وجہِ تشویش کائنات ہوں میں
صرف انسان ہی نہیں ورنہ
ایک مجموعۂ صفات ہوں میں

ناخواندگی ہے باعثِ تحقیرِ زندگی
لکھ پڑھ کے اہلِ مرتبہ اے مہرباں بنو
دکھلائیو جہاں میں کمالات علم کے
شاعر بنو ادیب بنو، نکتہ داں بنو

○

حلقہ بندی، بادہ کش، ساغر بکف
محو گردش، ساقیٔ مینا بدوش
چاندنی کا فرش، جگنو کے چراغ
اللہ اللہ اہتمام ناؤ نوش

○

بھرتی جاتی ہے دلوں میں نفرت
شہر ویرانے ہوئے جاتے ہیں
کیا قیامت ہے الٰہی توبہ
اپنے بیگانے ہوئے جاتے ہیں

○

دور فراعنہ سہی تشویش کیا سبب
الجھے نہ قوم بحثِ کثیر و قلیل میں
قدرت جو چاہتی ہے کسی کی بقائے زیست
دیتی ہے راستہ اسے دریائے نیل میں

○

احناف ہیں اشاعتِ مذہب میں پیش پیش
پسماندہ خیر ہم بھی نہیں عرفِ عام میں
ترویج مسئلہ ہی میں گزری تمام عمر
الجھے رہے قراء ت خلف الامام میں

○

میں نہیں رکھتا غرض فہم عوام الناس سے
کیوں کہ ہوں فنکار اعلیٰ شخصیت رکھتا ہوں میں
باخبر ہیں قدر و قیمت سے مری جوہر شناس
سنگریزوں میں گہر کی حیثیت رکھتا ہوں میں

○

سامان صد نشاط و طرب غیر سود مند
تفریحِ طبع کے لیے قرآن چاہیے
ہوتا ہے ذکرِ حق سے میسر سکونِ دل
پر شرطِ اوّلیں ہے کہ ایمان چاہیے

○

بے خبر ہی رہ گئے تو جان لو　　کوئی دن صیاد کر لے گا شکار
منتشر دانوں میں ہے پوشیدہ مرگ　　ہوشیار اے اہل گلشن ہوشیار

○

روشن جو شمع داغ نے کی　　دراصل اسی کی روشنی ہوں
مطلوب ہے کلام کی فصاحت　　میں معتقد ابر احسنی ہوں

رہبؔر صاحب کے اپنے پسندیدہ اشعار

تشریحِ زندگی ہے بالفاظِ مختصر
اچھی طرح سحر نہ ہوئی شام ہوگئی

-------❖-------

اتنی سی حقیقت ہے اس عالمِ ہستی کی
اک موج اٹھی ، اٹھ کر ٹکرا گئی ساحل سے

-------❖-------

زندگی کو جب حدِ تمثیل میں لاتے ہیں لوگ
چلتے چلتے پیڑ کے نیچے ٹھہر جاتے ہیں لوگ

-------❖-------

یہ آفتابِ رخ کی کڑی دھوپ الاماں
دنیا تمام چھاؤں میں گیسو کے آگئی

-------❖-------

آئی بشکلِ گل چمن ہست و بود میں
جو شے تھی زیرِ خاک حسیں خفتگاں کے ساتھ

-------❖-------

بت سینکڑوں تراش لیے خواہشات کے
کچھ کم نہیں عدد میں ذرائع حیات کے

○